بسم اللہ الرحمن الرحیم
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
معمول وشعار اہل سنت
"نعت خوانی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"
کی اہمیت کے بیان اور اسکے کئی بنیادی
اور نفیس مباحث پر مبنی ایک انتہائی متین تحقیقی تحریر
نیز اسکے متعلق معاشرہ میں پھیلائی جانے والی
منفی فکر کا نہایت ہی مضبوط علمی تعاقب
نعت خوانی
فضائل و مسائل
جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول مناظر اسلام محقق العصر حضرت علامہ
مفتی محمد عبد المجید خان سعیدی رضوی
رحیم یار خان (پنجاب۔ پاکستان)
باہتمام ضیغم اہل سنت حضرت علامہ سید مظفر شاہ قادری مدظلہ
قادریہ پبلشرز کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ اللہ تعالیٰ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ

محبوب! ہم نے آپ کی خاطر آپکے ذکر کو ہمیشہ کیلئے بلند کر دیا ہے (القرآن)

مَنْ ذَکَرَنِیْ وَلَمْ یَذْکُرْکَ فَلَیْسَ لَہٗ فِی الْجَنَّۃِ نَصِیْبٌ

جو میرا ذکر تو کرے لیکن آپ کا ذکر نہ کرے تو جنت میں اسکا کوئی حصہ نہیں (حدیث قدسی)

معمول وشعار اہل سنت "نعت خوانی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کی اہمیت کے بیان اور اسکے کئی بنیادی اور نفیس مباحث پر مبنی ایک انتہائی متین تحقیقی تحریر نیز اسکے متعلق معاشرہ میں پھیلائی جانے والی منفی فکر کا نہایت ہی مضبوط علمی تعاقب

الموسوم بہ

الحق الصریح فی الذب عن مدیح النبی الشفیع ﷺ

المعروف بہ

فضائل ومسائل نعت خوانی

جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول مناظر اسلام محقق العصر حضرت علامہ

از قلم

مفتی محمد عبد المجید خان سعیدی رضوی

صدر شعبہ تدریس وافتاء ومناظرہ ومہتمم جامعہ غوث اعظم وجامعہ سعیدیہ

خطیب جامع مسجد نوری رحیم یار خان (پنجاب۔ پاکستان)

باہتمام ضیغم اہل سنت حضرت علامہ سید مظفر شاہ قادری دامت برکاتہم

شائع کردہ: قادریہ پبلشرز نیا آباد کراچی

نام کتاب: فضائل ومسائل نعت خوانی

نام مصنف: مفتی محمد عبدالمجید خان سعیدی رضوی

سن اشاعت: شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ مطابق مئی ۲۰۱۷ء

تعداد: ایک ہزار

تبلیغی ہدیہ:

تصحیح کنندگان: مولانا مفتی محمد احمد قادری مدرس جامعہ غوث اعظم رحیم یار خان

محمد عمران مجیدی متعلم جامعہ غوث اعظم رحیم یار خان

نوٹ: تصحیح کی حتی الوسع پوری کوشش کی گئی ہے پھر بھی اغلاط کا امکان ہے۔
اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

ملنے کے پتے: مکتبہ غوثیہ نیو سبزی منڈی کراچی۔

مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی

کاظمی کتب خانہ رحیم یار خان

مکتبہ مہریہ کاظمیہ عیدگاہ ملتان

مکتبہ قادریہ نزد دربار شریف حضرت داتا گنج بخش لاہور

علامہ سید محمد ارشد بخاری گرڈ اسٹیشن فیصل آباد

حاجی محمد اشرف آدم نورانی سٹی بازار سکھر

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم والہ وصحبہ اجمعین

سخن اولین:۔

کم وبیش عرصہ ایک سال قبل سندھ سے نعت خوانی کے متعلق ایک طویل استفتاء موصول ہوا تھا جسمیں بلا نام و پتہ کسی شخص کے نعت خوانی پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات کا مطالبہ کیا گیا تھا جن کے انتہائی مثبت اور خالص علمی انداز میں جوابات پیش کئے گئے۔

بعض ذی علم حضرات نے ملاحظہ فرما کر مشورہ ارشاد فرمایا کہ یہ اعتراضات چونکہ معاشرہ میں سوشل میڈیا وغیرہ کے ذریعے جانب مخالف سے بہت پھیلا دیئے گئے ہیں۔ اور ہر مخالف کی زبان پر ہیں اسلیئے "انظر الی ماقال ولا تنظر الی من قال" (یعنی اسکو دیکھو کہ کیا کہا یہ نہ دیکھو کہ کس نے کہا) کے حسب فلسفہ ان کا منظر عام پر آنا بے حد مفید ہوگا۔

بناءً علیہ اس سے سروکار رکھے بغیر کہ اعتراضات کس نے کئے محض احقاق و افشاء حق اور رد وابطال باطل کے جذبہ سے یہ سطور بغرض افادہ عام پیش خدمت کی جارہی ہے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

عبدالمجید سعیدی رضوی بقلمہ

رائے گرامی

ضیغم اسلام، سند الخطباء والاعلام، حضرت علامہ سید ابو حفص مظفر شاہ صاحب قادری دامت برکاتہم (خطیب اعظم جامع مسجد حبیبہ دھوراجی کالونی کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ الحمد للہ و الصلوۃ و السلام علی
رسول اللہ و آلہ و صحبہ بدوام ملک اللہ

آبروئے ما ز نام مصطفی است (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ایمان کی اصل اور بنیاد محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اسی لئے اکابر امت نے ہر اس نیک اور جائز عمل کی تائید کی بلکہ اس پر ضخیم کتب تحریر کیں اور مضبوط دلائل قائم کئے جو عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باعث ہے۔

جذبہ عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قلوب میں زندہ رکھنے اور روحوں کو مزید تازہ اور بیدار رکھنے کا ایک مؤثر طریقہ نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

اسی طرح میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عنوان سے محافل اور اجتماعات بھی اسی بنیادی سبق کی یاد آوری کا ایک مؤثر طریقہ ہیں۔

ان محافل کی ظاہری صورت وہیئت تو درجہ استحباب تک ہوتی ہے مگر ان معمولات حسنہ سے جو بنیادی امر کا اہم پیغام ملتا ہے وہ ضروریات دین سے متعلق ہوتا ہے جو عشق رسول اور تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ بدمذہبوں کے مقابلہ میں اہلسنت کی حقانیت کی بنیادی وجہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرنا ہے۔

دیگر فرائض وواجبات سے کس کو انکار ہو سکتا ہے مگر نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم اور ذکر کمالات وشان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصلاً ان تمام عبادات کی مقبولیت کی دلیل ہے کیونکہ یہ کام عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیداری کا باعث ہے۔ جبکہ کوئی فرض وواجب اسوقت تک مقبول نہیں جب تک عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہو اور قلب، ذات مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بزرگی اور محبت کے جذبہ سے سرشار نہ ہو۔

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مفتی عبد المجید خان سعیدی رضوی دامت برکاتہم العالیہ نے اس رسالہ مبارکہ میں اسی حقیقی اور بنیادی امر کی اہمیت پر کلام فرمایا ہے۔

نیز معاشرہ میں ان مقدس معمولات کے خلاف پائی جانے والی ایک چھپی سازش کا بڑی متانت سے مقابلہ اور ٹھوس دلائل سے اسکا محاسبہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالی انہیں اس پر جزائے خیر عطا فرمائے اور رسالہ کو مقبول عام اور ہر طرح سے نافع خلق بنائے۔ قارئین اس رسالہ کو جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تناظر میں مطالعہ فرمائیں۔ اور اپنے گردوپیش میں ہونے والی ہر اس بولی اور گفتگو پر کڑی نظر رکھیں۔ جو اس پاکیزہ جذبہ کے ختم کرنے یا ٹھنڈا کرنے کے درپے ہو۔

احقر سید مظفر شاہ اختر القادری

امام وخطیب جامع مسجد حبیبہ دھوراجی کالونی کراچی

۲۲ رجب المرجب ۱۴۳۸ھ

مطابق ۲۰ اپریل ۲۰۱۷ء بروز جمعرات

سوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فیض یافتہ غزالی زماں رازی دوراں قبلہ کاظمی صاحب وشیخ القرآن والحدیث

مفتی اقبال سعیدی رضوی رحمۃ اللہ علیہما

عالی مقام حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالمجید خان سعیدی رضوی حفظہ اللہ تعالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہونگے۔ بعد از استمزاج عرض ہے کہ پچھلے دنوں ایک بین الاقوامی شہرت یافتہ ثنا خواں نے دوران نعت خوانی ،نعت خوانی و نعت خوانوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کچھ اس طرح فرمایا ''اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اگر عشق رسول قلوب میں پیدا کرنا چاہتے ہو تو خوش الحان نعت خوانوں سے نعتیں سنا کرو۔

آج کل نعت خوانوں پر بڑی باتیں ہو رہی ہیں نعت خواں ایسے ہیں ویسے ہیں سن لو! پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ ہر فیلڈ (میدان) میں ایسے لوگ ہوتے ہیں اس سے پوری فیلڈ خراب نہیں ہوتی۔ یاد رکھنا میرے بھائیو! نعت خواں سے محبت کرو۔ جب بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی اس میں حسان بن ثابت بھی تھے لیکن میری ماں عائشہ ان سے ناراض نہ ہوئیں کیونکہ بیٹا تو میرے محبوب کے گیت گاتا ہے۔ نعت خواں سے محبت کرو یہ نعت خواں ہمیں نعت سنا کر مدینے پہنچاتے ہیں تمہارے لیے عشق کا سامان بنتے ہیں۔ اور نعت سن کر محبوب کی

محبت میں جو اشک بہتے ہیں جو آنسو نکلتے ہیں اس کا سبب بھی نعت خواں بنتے ہیں تو میرے پیارے بھائیو! نعت خواں سے محبت کرو ہر نعت خواں ایک جیسا نہیں ہوتا اور جو اگر کوئی ایسا ہے تو اس کے لیے دعا کرو کہ اللہ اسے اچھا کردے۔ یہ نہ کہ اس کو بھگاؤ یہ ہمارا کام نہیں ہے بھگانا۔ اگر غلط کر رہا ہے اپنا ہی ہے اس کو اپنے پاس بلا کر اس کو بٹھا کر سمجھا کر بیٹا ایسا نہ کر۔ یہ ہے طریقہ۔

مذکورہ بالا تقریر پر ایک پاکستانی مفتی صاحب جو کہ عرصہ دراز سے نعت خوانوں کے خلاف تحریک چلا رہے ہیں اور عوام میں نعت خوانوں پر بہت تنقید فرماتے ہیں یہاں تک کہ نعت خوانوں کو اداکار و فنکار کے لقب سے ملقب فرماتے ہیں نے ثناء خواں موصوف کو زجر و توبیخ کی اور اس سے تحریراً معافی مانگنے کا مطالبہ بھی کیا۔ ثناء خواں موصوف پر مفتی صاحب نے بنیادی طور پر دو اعتراضات کیئے۔

۱۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق واقعہ افک کو اہانت آمیز انداز میں بیان کرنا۔

۲۔ حدیث میں اپنی طرف سے معنوی تحریف کرنا۔

مفتی صاحب مذکور کا تبصرہ یا تردیدی بیان لف ہذا ہے۔ ملاحظہ فرما کر جو شرعی حکم بنتا ہو بیان فرمائیں۔ اللہ تعالی آپ کو عمر خضر عطا فرمائے۔ آمین

اب ملاحظہ فرمائیں مفتی صاحب موصوف کا تبصرہ۔

مفتی صاحب کا تبصرہ اور تردیدی بیان:۔

ایک وقت تھا کہ بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کی نفی کے لیے دلیل کے طور پر "واقعہ افک" کا حوالہ دیا کرتے تھے۔ جو لوگ اس طرح کے بیانات جاری کرنے کی جسارت کر رہے ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ کیا وہ اپنی ماں کا نام ایسے حوالوں کے ساتھ دینا پسند کریں گے؟

یہ "کلمۃ الحق ارید بھا الباطل" کے مصداق، اہانت آمیز انداز میں واقعے کی غلط تعبیر ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نعت خوانی کو بطور پیشہ نہیں اپنایا تھا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کفار و منافقین کی ہجو اور طعن کے جواب اور ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحفظ اور دفاع کے لیے فن شاعری کو استعمال کیا، حدیث پاک میں اس کے لیے "منافح" کا کلمہ آیا ہے، جس کے معنی "مدافع" (Defender) کے ہیں۔ حدیث مبارک کے اصل کلمات یہ ہیں۔

"عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت استاذن حسان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی ھجاء المشرکین قال: کیف بنبی فقال حسان لاسلنک منھم کما تسل الشعرۃ من العجین ، وعن ابیہ قال : ذھبت اسب حسان عندعائشۃ فقالت : لاتسبہ فانہ کان ینافح عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: "حسان رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت طلب کی، تو نبی صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے نسب کا کیا ہوگا؟" اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشرکین سے نسبی قرابت تھی، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی ہجو کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب پر بھی انگلی اٹھے)۔ حضرت حسان نے کہا: میں آپ کو مشرکین سے اس صفائی سے نکال لوں گا، جیسے بال کو گوندھے ہوئے آٹے سے نکال لیا جاتا ہے" عروہ بن زبیر نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں حضرت عائشہ کے سامنے حضرت حسان کو برا کہہ رہا تھا تو حضرت عائشہ نے فرمایا ان کو برا نہ کہو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرتے تھے (صحیح بخاری 3531)۔

علامہ ابونعیم اصفہانی کی تالیف "معرفۃ الصحابۃ" میں مناضل کا کلمہ بھی آیا ہے، اس کے معنی بھی دفاع کرنے کے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں حضرت حسان بن ثابت بن منذر بن حرام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاعر تھے جو کفار کی طرف سے آپ پر عائد کیے جانے والے جھوٹے الزامات کا دفاع کرتے تھے اور آپ کی ناموس کی حفاظت کرتے تھے۔ روح القدس سے ان کی تائید ہوتی تھی۔

ان کی کنیت ابوعبدالرحمن تھی اور ایک روایت کے مطابق ابوالولید تھی۔ چونکہ وہ اپنی شاعری کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرتے تھے، اس لیے انہیں "ابوالحسام" بھی کہا جاتا تھا۔ (حسام کے معنی قاطع تلوار اور عرب میں یہ کنیت سالغ کے لیے بولی جاتی تھی)۔ انہوں نے 120 سال زندگی پائی یعنی ساٹھ سال دور جاہلیت اور ساٹھ سال عہد اسلام میں۔ چنانچہ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کی تو میں نے ان کے دفاع میں جواب دیا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں میرے لیے "اس میں جزا ہے" اور اسی طرح صحیح مسلم میں ہے:

عروہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں منبر رکھتے تھے اور وہ اس پر کھڑے ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بیان کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ روح القدس سے حسان کی تائید فرماتا ہے، کیونکہ انہوں نے ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کیا ہے'' مزید لکھا ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسان کے لیے منبر رکھا اور وہ اس پر مشرکوں کی ہجو بیان کرتے تھے۔ (معرفۃ الصحابہ، ج ۲ ص ۱۱۰)

سو حضرت حسان کا کردار اس عہد کے تناظر میں فن شاعری کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموس کا دفاع تھا۔ کیونکہ اس دور میں شاعری ایک موثر میڈیا تھا، یہی وجہ ہے کہ عہد جاہلیت میں حج کے موسم میں منیٰ کے مقام پر عکاظ، ذوالمجنہ اور ذوالمجاز کے نام سے بازار اور میلے لگتے تھے اور اس کے موقع پر ہر قبیلے کے مایہ ناز خطباء وعلماء وشعراء اپنے قبیلے کی شان بیان کرتے تھے اور فخر ومباہات کا اظہار کرتے تھے اور اسی طرح عہد اشعار میں مخالفین کی ہجو بیان کرتے تھے اور حضرت حسان بن ثابت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے اس ہجو کا جواب دیا، لوگوں نے اسے ذریعہ معاش بنا دیا اور سادہ لوح اہل محبت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ عقیدت ومحبت کو ابھار کر نوٹ نچھاور کرنے کا اصول پیدا کر دیا ۔اس طرح کا نعتیہ کلچر نہیں تھا، جسے آج کل اختیار کر لیا ہے اور دین کی باقی ترجیحات کو پس پشت ڈال دیا ہے اس سے ملتی جلتی کوئی مثال عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عہد صحابہ میں نہیں ملتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے بڑے اور سچے عاشق وہ تھے جنہوں نے ناموس رسالت کے دفاع اور شجر اسلام کی آبیاری کے لیے

اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ نعت خواں دین کے شارح بن کر سامنے آئیں۔

جہاں تک واقعہ افک میں حضرت حسان کے کردار کا تعلق ہے تو دیگر ذمہ داران کی طرح ان پر بھی حد قذف جاری کی گئی تھی۔ چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی میں ایک خطبہ پڑھا اور سورۂ نور کی آیتیں تلاوت فرما کر مجمع عام میں سنا دیں اور تہمت لگانے والوں میں سے حضرت حسان بن ثابت، حضرت مسطح بن اثاثہ اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو حد قذف کی سزا میں اسی اسی درے مارے گئے۔ (مدارج النبوہ، ج ۲، ص ۱۴۳)''

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اقام حد القذف علی الذین تکلموا بالافک لکن لم یذکر فیھم عبداللہ بن ابی و کذافی حدیث ابی ھریرۃ عندالبزار: ترجمہ ''حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تہمت لگانے والوں پر حد قذف جاری فرمائی، لیکن اس میں عبداللہ بن ابی کا ذکر نہیں ہے، بزاز نے حضرت ابوہریرہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ (فتح الباری، ج ۵، ص ۴۰۷ دار المعرفۃ بیروت)''۔

ہمارے نزدیک نبی معصوم ہیں یعنی ان سے معصیت کا صدور ہونا محال ہے کیونکہ اگر ان سے معصیت کا صدور ممکن مانا جائے تو وحی ربانی کی صداقت وثقاہت اور حجت قطعیہ ہونا مشتبہ ہو جائے گا۔ البتہ صحابہ کرام کے محفوظ ہونے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان سے معصیت کا صادر ہونا ہی ناممکن ہے، عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم میں حدود الٰہی جاری ہونے کی چند مثالیں موجود ہیں۔صحابہ کرام کے محفوظ ہونے کے معنی یہ ہیں اگر بشری تقاضے کے تحت ان سے کسی خطا کا صدور ہو جائے تو اللہ تعالیٰ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت وتربیت اور انوار وتجلیات نبوت کے فیضان کی برکت سے ان کو توبۃ النصوح اور توبۃ مقبولہ مرضیہ کی توفیق مرحمت فرماتا تھا اور وہ دنیا سے قلب مصفا اور روح مزکیٰ کے ساتھ تشریف لے گئے۔بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بشری تقاضے کے تحت جو لغزشیں سرزد ہوئیں ضرورت شرعی کے بغیر ان کا بیان بھی ممنوع ہے۔تاکہ عام لوگوں کے قلوب واذہان میں ان کی شان وعظمت میں فرق نہ آئے نعت خوانوں کو یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ ان نازک مسائل پر بات کریں اور بعض واقعات کو اپنے مفاد میں استعمال کریں۔

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ولا نذکر الصحابۃ الا بخیر ۔ترجمہ: ہم صحابہ کرام کا ذکر کلمات خیر کے ساتھ ہی کریں گے۔
اس کی شرح میں علامہ علی بن سلطان القاری الحنفی المحدث الفقیہ لکھتے ہیں۔

”مجتمعین ومنفردین وفی نسخة ولانذکر احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (الا بخیر) یعنی وان صدر من بعضهم بعض ماهو فی الصورة شر فانه اما کان عن اجتهاد ولم یکن علی وجه فساد من اصرار وعناد بل کان رجوعهم الی خیر معاد بناء علی حسن الظن بهم ویقوله علیه الصلاة والسلام: (خیر القرون قرنی) ویقوله علیه الصلاة واسلام: (اذاذکر أصحابی فامسکوا)

ترجمہ:”یعنی بحیثیت مجموعی تمام صحابہ میں سے ہر ایک کا ذکر خیر کے ساتھ

ہی کرنا چاہیے، اور ایک نسخے میں ہے ہم اصحاب رسول کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کریں گے۔یعنی اگر ان میں سے کسی سے کوئی ایسی بات صادر ہو جو ظاہری صورت میں برائی ہے تو وہ یقیناً خطاء اجتہادی ہوگی اور فساد پر اصرار اور عناد کی بنا پر نہیں ہوگی۔بلکہ (ہر مومن کا) حسن ظن ہونا چاہیے کہ اپنی حسن عاقبت کے لیے انہوں نے اس بات سے (توبہ اور) رجوع یقیناً کیا ہوگا۔کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: (میرا عہد بہترین ہے، بخاری 2652) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا فرمان ہے: جب میرے صحابہ کا ذکر آئے تو ان کی بدگوئی سے زبان کو روکو، (ص 126)۔

آج کل ایک آفت یہ ہے کہ زیر بحث نعت خواں عقل کل بن گئے ہیں۔ موصوف پہلے نعت کا شعر پڑھتے ہیں پھر اس کی تشریح فرماتے ہیں اس کے بعد تقریر فرماتے ہیں پہلے یہ اپنے دائیں بائیں ہمنوا بٹھا کر اللہ تعالیٰ کے اسم جلالت کو نعت کے تابع رکھ کر موسیقی کی جگہ استعمال کرتے تھے علماء کے دباؤ کے بعد اس سے دست بردار ہوئے اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور/شیخوپورہ کے سالانہ جلسے میں باقاعدہ رجوع کا اعلان کیا لیکن رسی جل جاتی ہے مگر بل نہیں جاتا۔
مفتی صاحب موصوف کا تبصرہ ختم ہوا۔

سائل محمد عبداللہ از حیدرآباد، سندھ، پاکستان

الجواب وباللہ التوفیق والتسدید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

وعلی الہ و صحبہ و تبعہ اجمعین

عزیزی! سلمہ اللہ تعالیٰ وعلیکم السلام ثم السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوالنامہ نیز بغیر نام کسی مجیب فاضل کے جواب کی کاپی موصول ہو کر کاشف مافیہما ہوئے

تو جواباً عرض ہے کہ بر تقدیر صدق بیان وصحت سوال صورۃ مسؤلہ میں ثنا خوان مذکور کے مذکور فی السؤال بیان میں از روئے شرع، ام المؤمنین حضرت صدیقہ بنت صدیق سیدہ عائشہ اور امام نعت گویان سرور دو جہاں حضرت سیدنا حسان (رضی اللہ عنھم الرحمن) کی شان اقدس میں نہ تو کسی قسم کی کوئی توہین ہے اور نہ ہی اس سلسلہ کی بیان کردہ روایت میں کسی طرح کی کوئی تحریف ہے۔

ثناء خوان مذکور کا حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے متعلق پیش کردہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنھا کا حوالہ بھی صحیح ثابت ہے اور جس غرض کے لئے اسے پیش کیا گیا ہے، وہ بھی موجہ، درست اور ایک نا قابل تردید حقیقت ثابتہ ہے جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثناخوانی کا کار فضیلت اور آپ کے ثناخواں کا ذو فضیلت ہونا ہے۔

بناءً علیہ پیش کردہ تبصرہ میں بعض فضلاء کا اسے توہین و تحریف پر مشتمل قرار دینا بالکل بے جا، قطعاً غیر صحیح، نہایت درجہ غلط اور بذات خود توہین و تحریف کا آئینہ دار اور طریقہ اہل سنت کے برخلاف نیز وطیرہ اہل تنقیص کے موافق ہونے کے باعث

انتہائی قابل مذمت ہے۔

مجیب فاضل مذکور کا ثناء خوان موصوف سے توبہ اور اس کے اعلان کرنے کا مطالبہ بھی غلط تھا لیکن اس وجہ سے نہیں کہ توبہ کرنا کرانا کوئی قابل اعتراض امر ہے اور نہ اس لئے کہ "توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ" کا حکم نادرست ہے بلکہ محض اس بناء پر کہ یہ مطالبہ کسی شرعی وجہ کے بغیر اور مذکورہ فتویٰ ساقط الاعتبار ہے۔ نیز اس لئے بھی کہ توبہ تو خود مجیب مذکور پر فرض تھی اور ہے کیونکہ انہوں نے اپنے تبصرہ کے مطابق خود ہی توہین وتحریف کی ان سنگین غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے جنہیں انہوں نے ثناء خوان موصوف کے ذمہ لگانے کی کوشش کی ہے۔ جیسا کہ آئندہ سطور میں آرہا ہے۔

اب پڑھئے جواب کی تفصیل جس میں حسب سطور بالا مجموعی طور پر تین امور کا بیان ہونا لازم ہے اعنی

۱۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنھا کے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے متعلق حوالہ کا ثبوت

۲۔ اس حوالہ کا نعت خوانی اور نعت خواں کی فضیلت کی دلیل ہونا۔ اور

۳۔ ثناء خواں موصوف کے بیان کا توہین و تحریف نہ ہونا نیز مجیب فاضل کے تبصرہ کا غلط ہونا جو حسب ذیل ہے۔

امر اول دوم (حضرت حسان کے متعلق حضرت ام المؤمنین کے ارشاد کا حوالہ نیز اس کے نعت خواں کی فضیلت کی دلیل ہونے) **کا بیان**

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنھا کا پیش کردہ حوالہ درست ہے۔

چنانچہ صحیحین (وغیرھما) میں ہے کہ حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنھا کے حقیقی بھانجے عروہ (تابعی) نے کہا کہ ایک بار میں حضرت حسان کو حضرت ام المؤمنین کے ہاں حاضر دیکھ کر انہیں واقعہ افک میں شامل ہونے کی بناء پر برا بھلا کہنے لگا۔

ام المؤمنین نے فرمایا: "لَا تَسُبَّهُ" وفی روایة "يَا ابْنَ أُخْتِي دَعْهُ" فَإِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"۔

میرے بھانجے! انہیں کچھ نہ کہو اور ان کے بارے میں زبان مت کھولو کیوں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرتے تھے۔

ملاحظہ ہو (بخاری عربی ج ۱ ص ۵۰۰ کتاب۔ ج ۲ ص ۵۹۷ کتاب المغازی ص ۹۰۹ کتاب التفسیر طبع کراچی، صحیح مسلم عربی ج ۲ ص ۳۰۰ کتاب الفضائل طبع کراچی)

نیز انہی (عروہ) کا کہنا ہے: کانت عائشة تکره ان یسب عندها حسان وتقول انه الذی قللہ فان ابی و والده وعرضی۔ لعرض محمد منکم وقاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

مسلم شریف کے ایک نسخے میں و والده کی بجائے و والدتی کے لفظ ہیں ۔

یعنی واقعہ افک کا حصہ بننے کے باوجود حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت حسان کو برا بھلا کہنے کو ناپسند کرتیں اور فرماتی تھیں یہی شخص تو ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف داری کرتے ہوئے کافروں کو للکارتے ہوئے کہتے تھے کہ میرے ماں

باپ۔ میرے دادا اور میری عزت سب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت کے لئے ڈھال ہیں (یعنی مجھے اور میرے بزرگوں کو جتنی مرضی آئے سخت سست کہو لیکن سرکار کے بارے میں زبان کھولی تو گدی سے نکال لوں گا۔

یا یہ (ترجمہ ہے) کہ جب سے میں نے یہ میدان سنبھالا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بجائے مجھے اور میرے ماں باپ کو گالیاں پڑتی ہیں۔ اس کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے کہ میں اور میرا خاندان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وعظمت کے آگے ڈھال ہے)۔

ملاحظہ ہو (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۹۴ کتاب التفسیر، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۰۱ کتاب الفضائل طبع کراچی)

علاوہ ازیں معروف تابعی مسروق کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حسان نے حضرت عائشہ کی خدمت میں آنے کی اجازت طلب کی تو میں نے ام المؤمنین سے کہا آپ ان کو اجازت مرحمت فرماتی ہیں جب کہ یہ واقعہ افک کا حصہ تھے؟

فرمایا: "اولیس قد اصابه عذاب عظیم وای عذاب اشد من العمی وقالت وکان یرد عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم" یعنی اس لئے ان کا احترام اور ان سے درگزر کرتی ہوں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کی پاسبانی کرتے تھے۔

رہا افک میں ہونا؟ تو وہ اس کا خمیازہ آنکھیں چھن جانے کی شکل میں بھگت چکے ہیں اور اس سے بڑھ کر اذیت اور کیا ہو سکتی ہے؟

ملاحظہ ہو (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۹۷، ص ۶۹۹ کتاب المغازی، صحیح مسلم ج ۲ ص

۳۰۰ کتاب الفضائل)

اقول: اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت ام المؤمنین کا حضرت حسان کے متعلق پیش کردہ حوالہ بھی صحیح ثابت ہے جو حدیث کی چوٹی کی کتابوں (صحیح بخاری اور صحیح مسلم) میں (متفق علیہ طریقہ سے) موجود ہے۔

نیز یہ بھی مضمون حدیث سے صاف صاف اور غیر مبہم طور پر واضح ہے اور اس کے الفاظ اپنے اس منطوق میں نہایت درجہ صریح ہیں کہ

ام المؤمنین حضرت حسان کو برا بھلا کہنے سے محض اس وجہ سے منع فرماتیں اور افک کے معاملہ کے باوجود ان کا احترام اس وجہ سے کرتی تھیں کہ انہیں اپنے کلام کے ذریعہ حضور والا کی عزت کی پاسبانی کرنے کا شرف حاصل تھا لہٰذا یہ زیر بحث امر دوم کی بھی دوٹوک دلیل ہے۔ والحمد للہ

یہاں پر لطف امر یہ ہے کہ مجیب فاضل نے بھی اپنے پیش نظر تبصرہ میں اس مضمون کو صحیح بخاری کے حوالہ سے استناداً نقل کیا اور معرفۃ الصحابہ لابی نعیم کے حوالہ سے حضرت عائشہ صدیقہ کی اس روایت کا بھی صحیح ثابت ہونا مان لیا ہے کہ "حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان کے لیے منبر بھی رکھا۔"

ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

امر سوم (توہین وتحریف نہ ہونے اور فتویٰ کے غلط ہونے) کا بیان

ثناء خوان مذکور کے مذکور فی السئوال بیان میں حضرت ام المؤمنین یا حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے کسی کی شان میں توہین تو کجا، اس کا شائبہ بھی نہیں ہے کیوں کہ اس میں نہ تو توہین کا لفظ ہے، نہ انداز توہین والا ہے اور نہ ہی اس

کے پیش کرنے سے توہین کرنا مقصود ہے بلکہ اسے جس مقصد کے لیے لایا گیا ہے (یعنی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت خوانی اور آپ کے نعت خواں کے ذو فضیلت ہونے کو بیان کرنا) وہ صحیح اور خود مضمون روایت میں خود ام المؤمنین کی زبانی صراحت کے ساتھ موجود ہے جیسا کہ ابھی امر اول ودوم کے زیر عنوان باحوالہ گزر چکا (جس میں مجیب فاضل کا اعتراف بھی شامل) ہے۔

بنا علیہ مجیب موصوف کے توہین وتحریف کے دعاوی قطعاً بے بنیاد ہیں۔

پڑھیے ذیل میں اس کی تفصیل

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق دعویٰ توہین کی حقیقت:۔

مجیب فاضل نے حضرت حسان کے متعلق اپنے دعویٰ توہین کی دلیل دیتے ہوئے "صحابی کے بارے میں نامناسب جسارت" کا عنوان دے کر لکھا ہے کہ: "کلمۃ الحق ارید بہ الباطل" کے مصداق اہانت آمیز انداز میں واقعے کی غلط تعبیر ہے۔"

نیز یہ کہ بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بشری تقاضے کے تحت جو لغزشیں سرزد ہوئیں، ضرورت شرعیہ کے بغیر ان کا بیان بھی ممنوع ہے۔ امام اعظم فقہ اکبر میں اور علامہ علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں: "ولا نذکر الصحابۃ الا بخیر" الخ ملخصاً (فتویٰ ۲۰۱)

جواباً عرض ھے کہ

اولاً: ثناء خواں مذکور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کو نعت خوانی اور نعت خوانِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذو فضیلت ہونے کے ثبوت کی ضرورت کے پورا کرنے کے مقصد سے لائے ہیں۔ اس طرح سے انہوں نے جو کچھ کیا ہے گویا مجیب موصوف ہی کے مشورہ کے مطابق کیا ہے۔ پس اعتراض خود بخود کافور اور ھباء منثورا ہوگیا۔

ثانیاً: اگر توہین ہونے کا یہی معیار ہے تو اس سے امام بخاری اور امام مسلم سمیت وہ جملہ اکابر محدثین اور علماء اسلام بھی معاذ اللہ توہین کے مرتکب قرار پا جائیں گے جنہوں نے اس واقعہ کو حضرت حسان کے متعلق اپنی اپنی کتب میں روایت یا نقل فرمایا ہے۔ جو ظاہر ہے کہ کسی طرح صحیح نہیں۔

ثالثاً: اپنے ذکر کردہ اس معیار سے مجیب فاضل، امّ المومنین کے حقیقی بھانجے تابعی جلیل حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کو تو بہرحال حضرت حسان کی توہین کرنے والا قرار دے گئے ہیں کیونکہ موصوف نے ان کے متعلق یہ لکھ دیا ہے کہ "میں حضرت عائشہ کے سامنے حضرت حسان کو برا کہہ رہا تھا" ملاحظہ ہو (تبصرہ ص ۱)

کیونکہ جب صرف واقعہ کا ذکر کرنا بھی توہین ہے تو "برا کہنا" کیوں توہین نہیں؟

لہٰذا مجیب فاضل اس موقع پر دو گونہ الجھن میں ہیں۔ کچھ بولتے ہیں تو بھی جرم بنتا ہے نہیں بولتے تو بھی جرم قرار پاتا ہے۔

رابعاً: اس معیار کو درست تسلیم کر لینے کی صورت میں بنیادی طور پر سب سے پہلے خود مجیب فاضل اس کی زد میں آئیں گے کیونکہ انہوں نے اس مسئلہ پر عمل کرنے کی

بجائے، اس کی صریحا خلاف ورزی کی ہے اور کسی ضرورت کے بغیر ثناء خواں مذکور کی بہ نسبت زیادہ اس کی تفصیل خود بیان کی اور وہی کچھ لکھ دیا جسے وہ دوسروں کے لئے ممنوع قرار دے رہے ہیں۔

ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔ ومن حفر بیر الاخیہ فقد وقع فیہ

چنانچہ اس مقام پر انہوں نے لکھا ہے کہ:

"واقعہ افک میں حضرت حسان پر بھی حد قذف جاری کی گئی اور انہیں سزا میں اسی دُرّے مارے گئے"۔ ملاحظہ ہو (فتوی ص ۲)

جب کہ اس کی چنداں ضرورت نہ تھی کیوں کہ اس کے متعلق ان سے کوئی سوال ہی نہیں ہوا، بلکہ یہ انہوں نے بلا وجہ از خود لکھ دیا ہے۔

بلکہ ایک اور صحابی حضرت مسطح اور صحابیہ حضرت حمنہ رضی اللہ عنہما کے متعلق بھی مجیب فاضل نے یہی لکھ دیا ہے کہ ان کو بھی سزا کے طور پر اسی اسی درے مارے گئے نیز ان کا تذکرہ موصوف نے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے ساتھ ملا کر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (تبصرہ ص ۲)

جب کہ ان کے ذکر کرنے کی تو قطعاً بالکل کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ ان کے بارے میں تو کسی قسم کی کوئی بحث ہی نہیں تھی تو مجیب فاضل نے اپنے طور پر ایک تابعی اور تین صحابہ کرام کی سخت توہین کی ہے۔ (والعیاذ باللہ)

خلاصہ یہ کہ مجیب فاضل کا ثناء خواں مذکور پر حضرت حسان کی توہین کرنے کا الزام بالکل بوگس ہے۔ ان کے بیان کردہ معیار کو درست مان لینے کی تقدیر پر وہ خود ہی اس کی لپیٹ میں آ گئے۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مجیب فاضل کی بہت بڑی چوک:

صحیح بخاری میں حضرت عروہ کی اس روایت کے شروع میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ الفاظ لکھے ہیں "وعن ابیہ قال"

اقول: "ابیہ" کے الفاظ میں "ہ" ضمیر کا مرجع عروہ کا بیٹا ھشام ہے جو روایت ھذا کی سند میں مذکور ہے۔
ملاحظہ ہو (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۰)

نیز اسی بخاری شریف میں دوسرے مقام پر اس کی تصریح بھی ان لفظوں سے موجود ہے۔ "عن ھشام عن ابیہ قال"
ملاحظہ ہو (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۹۷)

بناءً علیہ ان الفاظ کا ترجمہ یہ ہوگا کہ "ھشام نے اپنے والد (عروہ) سے روایت کیا انہوں نے کہا الخ جب کہ مجیب فاضل نے اپنے پیش نظر تبصرہ میں اس عبارت کے الفاظ میں "ہ" ضمیر کا مرجع ھشام کی بجائے عروہ کو بنایا اور صراحت کے ساتھ اس کا ترجمہ اس طرح کر دیا ہے کہ "عروہ بن زبیر نے اپنے والد سے روایت کی"۔ ملاحظہ ہو (تبصرہ ص ۱)

اس طرح سے انہوں نے عروہ کی بجائے ان کے والد یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی پھوپھی زاد بھائی اور احد العشرۃ المبشرۃ جلیل القدر صحابی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حضرت حسان کا برا بھلا کہنے والا بنا دیا ہے جو ان کی فحش غلطی

ہے۔ مانیں یا نہ مانیں ان کی مرضی۔

ایک اور کمال:۔

"کلمۃ حق ارید بھا باطل" حضرت شیر خدا مولائے مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا مشہور ارشاد ہے جو آپ نے خوارج کے رد میں فرمایا تھا جب کہ انہوں نے مسئلہ تحکیم کو رنگ آمیزی سے شرک قرار دے کر معاذ اللہ آپ کو مشرک کہا تھا۔

مجیب فاضل نے یہاں دو کمال دکھائے ہیں۔ ایک یہ کہ "حق" اور "باطل" کے الفاظ جو اصل روایت میں نکرہ اور غیر معرف باللام تھے، انہوں نے انہیں معرفہ اور معرف باللام بنا کر ارشاد مرتضوی کا حلیہ بگاڑ دیا ہے دوسرا کمال یہ کہ موصوف نے اعداء شیر خدا خارجیوں کے رد میں وارد شدہ الفاظ کو ایک محب علی صحیح العقیدہ سنّی پر پڑھ دیا اور چسپاں کر دیا ہے جس کے متعلق صحیح بخاری شریف میں شہزادۂ فاروق اعظم متبع ومتمسک سنن نبویہ، صحابیٔ جلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عندیہ انتہائی سخت الفاظ میں مذکور ہے جس سے اس امر کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس سے حضرت شیر خدا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مقدس روحیں کتنی خوش ہوئی ہوں گی اور ان (تبصرہ نگار) کو ان کی کتنی دعائیں ملیں ہوں گی۔

حضرت ام المؤمنین کی توہین کے دعویٰ کی حقیقت:۔

حضرت ام المؤمنین کے متعلق اپنے دعویٰ توہین کی مجیب فاضل نے دلیل دیتے ہوئے کہا ہے کہ "کوئی ان سے پوچھے کیا وہ اپنی ماں کا نام ایسے حوالوں کے ساتھ دینا پسند کریں گے"؟

یہ کلمة الحق ارید بها الباطل کے مصداق اہانت آمیز انداز میں اس واقعے کی غلط تعبیر ہے"۔ (تبصرہ ص ۱)

اقول: یہ بھی خود ان کے اپنے خلاف ہے کہ اس سے انہوں نے حضرت ام المؤمنین کی شان میں سخت سوء ادبی (اور اپنے لفظوں میں توہین) کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ ان الفاظ کا استعمال اس موقع سے تعلق رکھتا ہے جہاں واقع میں غلطی سرزد ہوئی ہو۔ اس معنیٰ کی تعیین ان (تبصرہ نگار) کے اسی بحث میں لکھے گئے ان لفظوں سے بھی ہوتی ہے کہ:

"صحابہ کرام سے جو لغزشیں سرزد ہوئیں ضرورت شرعی کے بغیر ان کا بیان ممنوع ہے"۔ (تبصرہ ص ۲)

ان کی یہ عبارت گزشتہ عنوان کے تحت بھی پیش کی جا چکی ہے۔

جس سے ان کے پیش نظر الفاظ کا واضح مطلب یہ ہو رہا ہے کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد حضرت ام المؤمنین سے العیاذ باللہ لغزش تو واقع میں ہوئی تھی البتہ اسے محض ادباً ضرورت کے بغیر بیان نہیں کیا جائے گا۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

اس طرح سے جو الزام وہ دوسروں پر رکھ رہے تھے، وہ خود ان پر آ گیا جب کہ ثناء خواں مذکور اس سے قطعاً بری ہیں کیونکہ انہوں نے اسے حضرت ام المؤمنین پر تہمت کہا ہے حیث قال: "جب بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی"۔

جب کہ مجیب فاضل کے لفظوں کا مطلب معاذ اللہ وقوع لغزش بن رہا ہے۔

بناءً علیہ ثناء خواں مذکور کا بیان حضرت ام المؤمنین کی عظمت وشان کے بیان

پر بھی ہے کہ وہ قطعاً پاک تھیں۔ بالفاظ دیگر اس تہمت کا رد اور ام المؤمنین کی پاک دامنی کا بیان قرآن میں وارد ہوا لہٰذا رد کے نقطہ کی بنیاد پر اس کا ذکر کرنا تعلیمات قرآن کا حصہ ہوا پس اسے توہین کہنا غلط اور طریقہ قرآن کی نفی کے مترادف ہے۔

اقول: حقیقت یہ ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانہ پاک کے معاملات دنیا کی تمام خواتین سے بالکل مختلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "یا نساء النبی لستن کاحد من النساء" یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج! تم دنیا کی دوسری عورتوں میں سے کسی کی مانند نہیں ہو (پارہ ۲۲ الاحزاب آیت ۳۲)

یہی وجہ ہے کہ کسی کے گھر کی خواتین کے نام اور ان کے حالات کو مجمع عام میں لوگوں کے سامنے رکھنا معیوب بلکہ جرم سمجھا جاتا ہے جبکہ ازواج مطہرات کے حالات مبارکہ کو سب کے سامنے بیان کرنا مطلوب ہے کیونکہ وہ بالخصوص خواتین امت کے لئے اسوہ ہیں۔ لہٰذا اب مجیب فاضل کے اپنے لفظوں میں "کوئی ان سے پوچھے کیا آپ نے انتہائی سخت نازیبا بات نہیں کر دی؟"

ایک مغالطہ کا رد: ۔ اس مقام پر مجیب موصوف نے لکھا ہے کہ:

"ایک وقت تھا کہ بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کی نفی کے لئے دلیل کے طور پر واقعہ افک کا حوالہ دیا کرتے تھے، اب بعض نعت خواں اپنی نعت خوانی کے کاروبار اور ذریعہ معاش کو فروغ دینے کے لئے اس طرح کے بیانات جاری کرنے کی جسارت کر رہے ہیں"۔ (تبصرہ ص ۱)

اقول: یہ موصوف کا بہت بڑا مغالطہ ہے کیونکہ نفی علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلیل کے طور پر اس واقعہ کو پیش کرنے والوں کا تعلق طبقہ اہل تنقیص سے ہے جن کا یہ

استدلال واقع میں غلط اور حقائق ودلائل کے قطعاً خلاف ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کا پاک کردار والا ہونا ضروریات دین سے ہے جس کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔جس سے مسلمان کا بچہ بچہ واقف ہے چہ جائیکہ اس حوالہ سے کوئی گستاخ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم شریف پر بحث کرے۔پس اس واقعہ کو آپ کے علم شریف کی نفی کی دلیل بنا کر پیش کرنا سخت جہالت اور شدید خبث باطن ہے مزید یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن میں اعلان براءت کے نزول سے پہلے ہی برسر منبر اپنے خطاب میں فرمایا تھا: "واللہ ما علمت علی اھلی الا خیرا" یعنی میں حلفیہ بیان دے کر اور اللہ کے نام کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں مجھے قطعی علم ہے کہ عائشہ اس تہمت سے بری اور بالکل پاک ہیں ۔ ملاحظہ ہو (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۹۷-۱۰۹۶ طبع کراچی)

الغرض نفی علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلیل کے طور پر اس واقعہ کو پیش کرنے والے اہل سنت نہیں طبقۂ اہل تنقیص کے لوگ ہیں جبکہ ثناء خواں مذکور تو صحیح العقیدہ سنی ہے لہٰذا ثناء خواں مذکور کا اس واقعہ کو لانا اہل تنقیص کے طرز پر ہرگز نہیں ہے لیکن مجیب فاضل نے آقا کے غلاموں کو آپ کے گستاخوں سے ملا دیا ہے۔

ع   جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

مزید یہ کہ مجیب موصوف کے پیش نظر الفاظ کا یہ مطلب ہونا بھی مترشح ہو رہا ہے کہ واقعہ افک کو نفئ علم غیب ہی کی دلیل کے طور پر رکھنا چاہئے کیونکہ سابقہ روٹین بھی چل رہی ہے ثناء خواں مذکور عجیب آدمی ہیں جنہوں نے اس روٹین کے برخلاف قدم اٹھایا ہے۔ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

لیکن اگر وہ اس سے واقعہ افک کو نفی علم غیب کی دلیل بنانے والوں کا رد فرمانا چاہتے ہیں (اور امید ہے یہی مقصد ہوگا) تو انہیں اس پر بھی توجہ دینی چاہئے کہ غیر محتاط طریقہ سے نعت خوانی اور نعت خوانوں پر ہٹ اور چوٹ کرنے کا طرز بھی تو انہی (اہل تنقیص) کا شعار ہے پس واقعہ افک کو نظریۂ تنقیص کا ثبوت سمجھنے والوں سے توافق خیر سے کس کا ہوا؟ یعنی مجیب فاضل کا یا ثناء خواں موصوف کا؟

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں   ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

نوٹ: نعت خوانی کے کاروبار بنانے اور ذریعۂ معاش کو فروغ دینے پر بحث اگلے عنوان کے تحت ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

بیان روایت میں تحریف کرنے کے دعوی کی حقیقت:۔

روایت میں تحریف معنوی ہونے کی مجیب فاضل نے حسب ذیل تفصیل لکھی ہے:

"حضرت حسان نے نعت خوانی کو بطور پیشہ نہیں اپنایا تھا، انہوں نے کفار و منافقین کی ہجو اور طعن کے جواب اور ناموس رسالت کے تحفظ اور دفاع کے لئے فن شاعری کو استعمال کیا۔حدیث میں اس کے لئے منافح اور مناضل کا کلمہ آیا ہے جس کے معنی مدافع اور دفاع کرنے کے ہیں۔لوگوں نے اسے ذریعۂ معاش بنا دیا اور سادہ لوح اہل محبت کی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ عقیدت و محبت کو ابھار کر لوٹ نچھاور کرنے کا اصول پیدا کر دیا۔اس طرح کا نعتیہ کلچر نہیں تھا جسے اختیار کر لیا اور دین کی باقی ترجیحات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔بعض نعت خواں اپنی نعت خوانی کے

کاروبار اور ذریعۂ معاش کو فروغ دینے کے لیے (الٹی) جسارت کر رہے ہیں۔

''اس سے ملتی جلتی مثال عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عہد صحابہ میں نہیں ملتی''۔ جس انداز سے نعت خوانوں نے حدیث کا حوالہ دیا ہے، یہ جسارت اور تحریف معنوی ہے''۔(ملخصاً) (ملاحظہ ہو ص ۲)

اقول: اس کے کئی جواب ہیں جن میں سے دو (بقدر ضرورت) حسب ذیل ہیں:۔

جواب 1 (تحریف کہنا غلط اور بذات خود تحریف ہے):

ثناخواں مذکور کی بیان کردہ توجیہ کو تحریف معنوی کہنا غلط ہے بلکہ بذات خود تحریف معنوی ہے کیونکہ تحریف کا معنی ہے تبدیل یعنی بدل دینا اور یہ محض اس صورت میں ہوتا ہے کہ جب کسی کلام میں دوسرے معنی کی شرعاً گنجائش نہ ہو جبکہ ما نحن فیہ میں معاملہ اس کے برعکس ہے یعنی یہاں دوسرے معنی کی گنجائش ہی نہیں بلکہ حقیقی طور پر دوسرا معنی بھی موجود و ملحوظ ہے۔

کچھ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جو جذبہ صادقہ نعت خوانی کی بنیاد ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے جب کہ محبت کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ 1 محبوب کی چاہت اور 2 محبوب کے بدخواہوں سے نفرت۔

اوّل کا تقاضہ یہ ہے کہ نہ صرف محبوب کی ذات بلکہ اس سے نسبت اور تعلق رکھنے والے ہر امر کی قدر کرتے ہوئے اسے سراہا جائے اور اس کی شان بیان کی جائے۔

جب کہ دوم کا تقاضہ یہ ہے کہ محبوب پر اٹھائے جانے والے اعتراض کا

دفعیہ اور نفی شان کی ہر صورت کا ازالہ کیا جائے۔

اوّل کا نام فضائل و کمالات کا بیان کرنا اور ثانی کا نام ردّ ہجو اور دفاع کرنا ہے اور یہ دونوں مطلوب شرع ہیں جس کے بے شمار حقائق و دلائل شرعیہ موجود ہیں (جس کی کچھ تفصیل عنقریب ابھی جواب 2 کے بعد ''نعت خوانی کے مطلوب شرع ہونے کے دلائل'' کے زیر عنوان آرہی ہے)

ثناخواں مذکور کا بیان اسی تفصیل پر مبنی ہے۔ انہوں نے نعت خوانی بمعنی بیان فضائل لیا ہے اور اسے محض اس ایک معنی سے خاص کرتے ہوئے اس کے دوسرے معنی (ردّ ہجو) سے انکار نہیں کیا لہٰذا ان کا ایسا کرنا شرعی گنجائش کے تحت ہونے کے باعث ''ایک توجیہ'' ہے، تحریف معنوی نہیں جب کہ مجیب فاضل نے اسے از خود ایک ہی معنی (ردّ ہجو) سے خاص کر دیا اور دوسرے معنی کی نفی کر دی ہے پس ان کا اپنا اقدام ہی غلط اور بذات خود تحریف معنوی ٹھہرا۔

''ولنعم ماقیل میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا''

جواب 2: (صحابہ کرام خصوصاً حضرت حسان کی نعت خوانی ردّ ہجو سے خاص نہ تھی):۔

علاوہ ازیں صحابہ کرام خصوصاً حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے متعلق مجیب فاضل کا یہ دعویٰ ہی بے بنیاد ہے کہ ان کی نعت خوانی محض دفاع کی حد تک تھی اور وہ محض کفار کی ہجو کا ردّ کرتے رہتے تھے کیونکہ یہ بھی ٹھوس دلائل سے ثابت ہے کہ وہ مستقل بنیادوں پر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و مناقب اور کمالات و محامد کو بھی نظم کی زبان میں بیان فرماتے رہتے تھے۔

چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یضع لحسان بن ثابت منبرا فی المسجد یقوم علیہ قائما یفاخر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم او ینافح ویقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ یؤید حسان بروح القدس ما نافح او فاخر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

یعنی حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں جوابی کاروائی کے طور پر اپنے اشعار پیش کرتے خواہ آپ کے اوصاف وکمالات اور عظمت وشان کو بیان کرتے ہوئے اپنا کلام پڑھتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہر صورت انہیں مسجد میں منبر پر کھڑا کرتے اور یہ بھی فرماتے کہ حسان جب تک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع یا بیان عظمت میں بولتا رہتا ہے تو اس دوران اللہ تعالیٰ اس کی مدد کے لئے جبریل علیہ السلام کو کھڑا رکھتا ہے۔

ملاحظہ ہو (مشکوٰۃ عربی ص ۴۱۰ کتاب الآداب باب البیان والشعر بحوالہ صحیح بخاری نیز مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۱۶ طبع بیروت)

اقول: روایت ھذا میں "یفاخر" اور "ینافح" دونوں موجود ہیں اول کا تعلق بیان فضائل سے اور دوم کا تعلق ردّ ہجو سے ہے جو اس امر کی روشن دلیل ہے کہ حضرت حسان کی نعت خوانی صرف ردّ ہجو میں منحصر نہ تھی وہ اس حوالہ سے حضور کے فضائل و مناقب کو بھی بیان فرماتے رہتے ہیں۔

لفظ "اَوْ" کی بحث:

رہا اس میں حرف "اَوْ" تو وہ یہاں صحیح تحقیق کے مطابق تخییر کے لئے

ہے۔ اسے شک کے لئے سمجھنا بعض رواۃ کا اپنا ذاتی خیال ہے جب کہ ام المؤمنین سے بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ یہاں ان کے کلام میں مذکور اَوْ شک کے لئے ہے نیز جب کہ اس مقام پر اس کے شک کے لئے نہ ہونے کے ٹھوس دلائل بھی موجود ہیں۔ جن میں سے ایک خود مجیب فاضل کی شہادت بھی ہے۔

تو لیجئے پڑھئے اس کے کچھ دلائل

دلیل 1: اَوْ کے تخییر کے لئے ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ نعت خوانی بمعنی بیان فضائل بھی خصوصیت کے ساتھ حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے مثلاً ان کا مشہور شعر ہے

و شق له من اسمه ليجله

فذوا لعرش محمود وهذا محمد

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

یعنی مالک عرش (اللہ تعالیٰ) نے حضور کو بزرگی دینے کے لئے آپ کا اسم گرامی اپنے نام نامی کے مادہ (ح م د) سے بنایا ہے، چنانچہ اس جل جلالہ کا نام محمود اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام محمد ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ملاحظہ ہو (القول البدیع ص ۶۹ تالیف امام شمس الدین سخاوی شافعی علیہ الرحمۃ وغیرہ)

نیز ان کے یہ اشعار جو ہر عام وخاص کی زبان پر ہیں، بھی اسکی دلیل ہیں

واحسن منک لم ترقط عینی /عین

واجمل منک لم تلد النساء

خلقت مبرأ من کل عیب
کأنک قد خلقت کما تشاء

یعنی یارسول اللہ! آپ سے بڑھ کر حسین میری آنکھ نے کیا کسی آنکھ نے بھی نہیں دیکھا۔ دیکھے کیسے کیونکہ آپ سے بڑھ کر خوبصورت کسی ماں نے جنا ہی نہیں ہے۔ آپ ہر قسم کے (ظاہر وباطن کے)

تمام عیوب سے ایسے پاک پیدا کئے گئے ہیں کہ جیسے آپ اپنی مرضی کے مطابق بنائے گئے ہوں۔

ملاحظہ ہو (دیوان حسان طبع مصر)

شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد شریف میں منبر شریف رکھواتے تا کہ اس پر اشعار نعتیہ پڑھیں"

ملاحظہ ہو (انوار احمدی ص ۲۸ طبع نوریہ رضویہ لاہور مطبوعہ ۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲ء)

ثابت ہوا کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی شاعری محض ردّ ہجو میں منحصر نہ تھی بلکہ وہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل ومناقب بھی بیان فرماتے تھے۔

دلیل 2: دوسری دلیل یہ ہے کہ محققین اہل سنت اور ائمہ شان نے بھی روایت ھذا کو اسی پر محمول فرمایا ہے کہ یہاں اَوْ تخییریہ ہے، شک کے لئے نہیں۔ چنانچہ شیخ العرب والعجم امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کا متن مع حوالہ نقل فرما کر اس کا مفہومی ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "صحیح بخاری شریف میں

ام المؤمنین صدیقہ بنت صدیق صلی اللہ تعالیٰ علی زوجھا الکریم وابیھا وعلیہا وسلم سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد اقدس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں منبر بچھاتے، حسان اوپر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل ومفاخر بیان کرتے، حضور کی طرف طعن ہائے کفار کا رد کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے جب تک حسان رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے اس مفاخرت یا مدافعت میں مشغول رہتا ہے، اللہ عزوجل جبریل امین سے اس کی مدد فرماتا ہے۔"

ملاحظہ ہو (فتاوی رضویہ ج ۱۰ نصف اول ص ۱۷۱ طبع اخوان المؤمنین لاہور ۱۹۸۶ھ)

نیز اسی میں ص ۵۶ پر لکھا ہے: "حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے لئے خاص مسجد اقدس میں منبر رکھنا اور ان کا اس پر کھڑے ہو کر نعت اقدس سنانا اور حضور علیہ السلام کا استماع فرمانا خود صحیح بخاری سے واضح"۔

ص ۹۵ پر رقم طراز ہیں: "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے اپنا ذکر شریف سنتے تو مسجد اقدس میں ان کے لئے منبر بچھاتے، وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت ومدحت اور حضور کے دشمنوں، بدگویوں کی مذمت بیان کرتے کما رواہ الامام البخاری فی صحیحہ" اھ

نیز شیخ الاسلام علامہ انوار اللہ حیدرآبادی علیہ الرحمۃ نے بھی اسی مفہوم کو

بیان کیا ہے ولفظہ" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد شریف میں منبر رکھواتے تا کہ اس پر اشعار نعتیہ پڑھیں" (حوالہ ابھی گزر چکا ہے)

دلیل 3:۔ محض بیان فضائل والی نعت خوانی دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی ثابت ہے نیز ان کی نعت خوانی پر بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوش ہونا بلکہ بعض کو انعامات سے نوازنا بھی مروی ہے۔ یہ بھی مانحن فیہ (زیر بحث امر کے ثبوت) کی دلیل ہے۔ بعض مثالیں حسب ذیل ہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے:۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی

لو كنت من شيئي سوى بشر
كنت المنور ليلة البدر

یعنی حضور آپ میں اگر وصف بشریت نہ ہوتا تو آپ کو شب قدر کا روشن کرنے والا (قرآن) ہی کہا جاتا۔

ملاحظہ ہو (مواهب الدنیہ مترجم اردو ج ۲ ص ۲۶۷)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے:۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے (یعنی حضور کے عم مکرم یا دوسری روایت کے مطابق دوسرے صحابی حضرت عباس بن مرداس) نے غزوہ تبوک سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واپسی کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کی شان میں اپنے نظم کردہ ایک طویل قصیدہ کے پیش کرنے کی اجازت مانگی تو آپ نے اس کی اجازت

مرحمت فرمائی اور دعا بھی دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو خندہ و فرحاں رکھے اور اسے بگڑنے سے محفوظ رکھے انہوں نے بہت بڑے اجتماع میں قصیدہ سنایا جس کے تین اشعار یہ تھے۔

وردت نار الخليل مكتتما في صلبي انت كيف يحترق
وانت لما ولدت اشرقت الا ض وضاءت بنورك الافق
فنحن في ذلك الضياء وفي الفي نور سبل الرشاد نخترق

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ کے الاؤ میں ڈالا گیا تو آگ میں ان کے نہ جلنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ ان کی پشت میں (بصورت نور) جلوہ گر تھے ۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جب ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کے نور سے روئے زمین اور آسمان کے افق منور ہو گئے۔ آج ہم جو گمراہی سے بچے ہوئے اور ہدایت کی راہ پر گامزن ہیں تو یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی روشنی کی بدولت ہے۔

ملاحظہ ہو (البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۱۳ بحوالہ ابوالسکن طبع بیروت، نشر الطیب ص ۱۰۹ طبع تاج کمپنی للتھانوی وھو منھم)

حضرت علی کرم اللہ وجھہ الکریم سے:۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے باران رحمت ہوئی۔ اس موقع پر فرمایا ابو طالب ہوتے تو اس منظر سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ ایسے مواقع پر وہ کچھ اشعار حضور کی شان میں پڑھتے تھے، آپ نے ان کے سننے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ مولیٰ علی نے عرض کی شاید حضور یہ اشعار سننا چاہتے ہیں

وابيض يستسقى الغمام بوجهه ثمال اليتامى عصمة للارامل

تلوذ بہ الھلاک من ال ھاشم   فھم عندہ فی نعمۃ و فواضل

یعنی وہ حسن و جمال کے پیکر جن کے رخ زیبا کے طفیل بارش طلب کی جا
ہے، یتیموں کے ماؤی، بیواؤں کے ملجاء، بنو ھاشم کے تباہ حال لوگ بھی جن کی پ
ڈھونڈیں اور ان کے ریزہ خوار ہوں۔ فرمایا "اجل ذلک اردت" جی یہی سننا چاہ
تھا۔

ملاحظہ ہو (الامن والعلی ص 64/65 مؤلفہ اعلیٰ حضرت بحوالہ بیہقی و مسند دیلمی نی
مواہب لدنیا اردو ص ۵۶۲ نیز شعر اس کے لئے دیکھئے صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۷)

حضرت مالک بن عوف رضی اللہ عنہ سے:۔

حضرت مالک بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ کی بارگاہ میں اپنے یہ اشعا
پیش کئے تو آپ نے انہیں دعاء خیر اور انعام سے نوازا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ماان رأیت ولا سمعت بواحد
فی الناس کلھم کمثل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
اوفی واعطی للجزیل لمجتد
ومتی تشاء یخبرک عما فی غد

میں نے تمام لوگوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا دیکھا نہ سنا۔ آپ بہ
باوفا اور کسی چیز کے طلب گار پر عطا کی جھٹ فرمانے والے ہیں، پوچھنے والا جب
پوچھے اس کے حسب طلب غیب کی خبر دینے والے ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ملاحظہ ہو (الاصابہ ج ۳ ص ۳۳۲، الامن والعلی ص ۱۷۱ بحوالہ الاصاب
مقالات کاظمی ج ۱ ص ۱۹۲، ۱۹۳)

حضرت کعب بن زھیر رضی اللہ عنہ سے:۔

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے آپ کی بارگاہ میں قصیدہ پیش کیا تو
آپ نے خوش ہو کر انہیں انعام سے نوازا۔ ایک شعر یہ تھا

ان الرسول لنور یستضاء بہ مھند من سیوف اللہ مسلول

بلاشبہ حضور نور ہیں آپ ہی کی روشنی کام دیتی ہے، آپ اللہ کی بے نیام تلوار
ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ملاحظہ ہو (اسد الغابہ ج ۴ ص ۴۰۔۴۱ طبع بیروت، الاصابہ ج ۳
ص ۲۹۶، ۲۹۵ بحوالہ ابن قانع عن سعید بن المسیب۔ اذا قتہ الآ ثام
ص ۱۰۶۔۱۰۷ مؤلفہ رئیس المتکلمین، ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۲ ص ۲۰۶، انوار
احمدی ۲۰ تا ۲۳)

نوٹ: حضرت مالک بن عوف اور حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنھما کی پیش کردہ
نعتوں کے حوالہ سے مزید کچھ تفصیلات رسالہ ہذا میں "نعت خواں کے نذرانہ کا مسئلہ"
کے زیر عنوان آرہی ہیں۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ سے:۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے کاہن تھے، جن
ان کے تابع تھا اس نے بار بار ان سے کہا حضور کی بارگاہ میں حاضری دے کر اسلام
لاؤ چنانچہ وہ حاضر ہوئے۔ آپ کی شان میں قصیدہ تیار کر کے گئے، اسلام لائے اور
قصیدہ پیش کیا۔ جسے سن کر آپ اتنا ہنسے کہ دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ اس کے تین
اشعار یہ تھے۔

فاشهد ان الله لا رب غيره   وانک مأمون على كل غائب

وانک ادنی المرسلين شفاعة   الى الله یابن الاکرمین الاطائب

فکن لی شفیعا یوم لا ذو شفاعة   سواک بمغن عن سواد بن قارب

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں، آپ ہر غیب کے امین ہیں اور اے بڑے کریموں اور بہت مقدس ہستیوں کے خاندان والے! آپ اللہ کے دربار میں تمام رسولوں سے بڑھ کر شفاعت فرمانے والے ہیں۔ لہٰذا آپ اس دن میری شفاعت فرمائیے گا جب آپ کے سوا مجھے کوئی کام نہیں آئے گا۔

ملاحظہ ہو (معجم کبیر طبرانی ج ۴، ص ۳۹، ۶۳۵۷ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت، دلائل النبوۃ بیہقی، ج ۲، ص ۱۸۲، ۵۶۳، طبع دار الحدیث قاہرہ، الاستیعاب لابن عبد البر ج ۲ ص ۱۲۴، برحاشیہ الاصابہ طبع دار احیاء التراث العربی بیروت، نیز دلائل النبوۃ لابی نعیم ص ۱۱۴، حدیث ص ۶۲ طبع نوریہ رضویہ لاہور، البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۳۰۸، بحوالہ ہواتف الجان الخرائطی، طبع دار الفکر بیروت، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۶۸، بحوالہ دلائل بیہقی، طبع کراچی نیز مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۰، بحوالہ طبرانی، طبع دار الکتاب العربی بیروت، عینی شرح بخاری، ج ۱۷ ص ۸، بحوالہ بیہقی، طبع کوئٹہ، ارشاد الساری شرح بخاری، ج ۶، ص ۱۹۳، بحوالہ بیہقی طبع دار الفکر بیروت، نیز مقالات کاظمی، ج ۱، ص ۱۹۴، بحوالہ عینی طبع مکتبہ فریدیہ وغیرہا من الاسفار)

حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ سے:۔

حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یوں نعت خوانی کی

"اللھم انت ما اھتدینا   ولا تصدقنا ولا صلینا

فاغفر فداء لک ما ابقینا   وثبت الاقدام ان لاقینا

والقین سکینة علینا   ونحن عن فضلک ما استغنینا"

یعنی میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں حضور آپ نہ ہوتے تو ہمیں ہدایت نہ ملتی، نہ صدقہ وخیرات کرنے کی سعادت ملتی اور نہ نماز نصیب ہوتی۔ آپ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائیں، ہماری زندگیاں آپ پر فدا ہوں اور جب ہمارا اعداء اسلام سے ٹکراؤ ہو تو ہمیں ثابت قدمی دیں اور ہم پر اطمینان قلبی ڈالیں۔ ہم آپ کے کرم کے محتاج ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ملاحظہ ہو (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۵، الامن والعلی ص ۷۷ بحوالہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، مسند احمد وغیرھا)

اھل مدینہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم سے:۔

ہجرت کے موقع پر مدینہ طیبہ میں حضور کی جلوہ گری کے وقت صحابۂ کرام کے چھوٹے بچے بچیوں نے ٹولیوں میں نعتیں پیش کیں، ظاہر ہے کہ نظم فرمانے والے صحابۂ کرام ہی تھے رضی اللہ عنھم اجمعین جن کے حسب ذیل اشعار مشہور ومقبول عالم ہیں۔

؎ طلع البدر علینا   من ثنیات الوداع

؎ وجب الشکر علینا   ما دعا للہ داع

؎ ایھا المبعوث فینا   جئت بالامر المطاع

ثنیات الوداع سے چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے، حضور نے جو ہمیں اللہ کی طرف بلایا ہے، ہم پر اس کا شکر لازم ہے، اے ہمارے پاس من جانب اللہ

تشریف لانے والے! آپ واقعی ایک لائق اتباع امر لائے ہیں۔ (مواہب لد
ج ۲ ص ۴۶۷، سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۳۴ (وغیرھا)

اس موقع پر تمام صحابہ کرام (مردوں، عورتوں، جوانوں، بوڑھوں اور بچو
بچیوں) رضی اللہ عنھم نے مل کر "یا محمد" "یا رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آسمان بو
نعرے بھی لگائے تھے۔

ملاحظہ ہو (صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۹ باب الھجرۃ عن سیدنا الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ)

مزید: مدینہ طیبہ میں ایک شادی کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دلہن کے
گھر والوں کے ہاں قدم رنجہ فرمایا تو بعض انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی نابا
بچیوں نے دف پر کچھ کلام پیش کئے اور اس ضمن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف
بھی کی جو مصرع دہرایا وہ یہ تھا۔

"وفینا نبی یعلم ما فی غد" ہم میں اللہ کے نبی تشریف فرما ہیں آپ کی
شان یہ ہے کہ آپ مستقبل میں ہونے والے امور (غیب) کو جانتے ہیں (صحیح بخار
ج ۲ ص ۷۷۳ طبع کراچی)

ظاہر ہے کہ یہ نعت بھی ان کے ماں باپ (صحابہ کرام) نے نظم کر کے انہ
یاد کرائی ہوئی تھی۔

شعراء دربار رسالت:

حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہما کا شمار بھی
شعراء دربار رسالت میں ہوتا ہے ان کی شاعری کے تتبع سے بھی عنوان ھذا کے موا
میں مزید اضافہ کیا جاسکتا ہے

اسکے لئے ملاحظہ ہو۔ (سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۴۲۵ طبع مصر مواہب
اللدنیہ اردو ج ۲ ص ۳۸۴ مشکوۃ ص ۴۱۰ مرقاۃ ج ۹ ص ۱۲۷)

حضرت ھند بن ابی ھالہ رضی اللہ عنہ:

وصاف النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصف سے پہچانے جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو
(شمائل ترمذی ص ۲، مع جامع الترمذی طبع کراچی ولفظہ "وکان وصافا عن حلیۃ
رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم")

نیز معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت خوانی بمعنی بیان فضائل
ومناقب نبویہ علی صاحبہا السلام، حضرت حسان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام کا بھی معمول
تھی۔ (رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین)

پس مجیب فاضل کا اسے معمول صحابہ کرام سے خارج کر کے ردّ ہجو کی
صورت سے خاص کرنا بذات خود تحریف معنوی ہے (فثبت ما قلناہ والحمد للہ
تعالی)

فائدہ عائدہ:

اگر مجیب فاضل یہ کہیں کہ بیان فضائل بھی یک گونہ ردّ ہجو ہی ہے کیونکہ کفار
کا اپنی ہجوؤں سے مقصود اصلی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وکمالات کا انکار کرنا
تھا، بناءً علیہ بیان فضائل بھی بمعنی الاعم ردّ ہجو کی صورت ہوئی تو چشم ما روشن دل ما شاد کہ
اس سے موصوف کا سارا تبصرہ ہی بے کار ہو گیا کیونکہ ثناء خوان مذکور زیادہ تر اکابر
خصوصاً امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے کلاموں کو ترجیح دیتے ہیں جن
میں منکرین کے فضائل نبویہ کے متعلق نظریات باطلہ کا ردّ ہو یا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے فضائل ومناقب کا اثباتی انداز میں ذکر ہو۔

پس مجیب فاضل کو ردّ ہجو وغیر ردّ ہجو کی تقسیم اور اپنی تقریر سے ثناء خوان مذکر کی تردید کر کے تفریق کی کوشش فرمانے کا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ وھو المقصود

دلیل .3(اعتراف مجیب فاضل):۔

حضرت سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کی نعتیہ شاعری کے دوقسموں (بیان فضائل نیز ردّ ہجو) پر مشتمل وجنی ہونے کی ایک دلیل خود مجیب فاضل کا وہ اعتراف بھی ہے جو انہوں نے اپنے اس پیش نظر تبصرہ میں کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں عرب دنیا میں دوقسموں کی شاعری مروج تھی۔ شعراء اپنے اپنے قبائل کے مفاخر کو بیان کرتے تھے اور مخالفین کی ہجوؤں کا جواب بھی پیش کرتے تھے۔ فثبت ماقلنا والحمدللہ

چنانچہ ان کے لفظ ہیں:۔

"اس دور میں شاعری ایک موثر میڈیا تھا یہی وجہ ہے کہ عہد جاہلیت کے موسم میں منیٰ کے مقام پر عکاظ، ذوالمجنہ اور ذوالمجاز کے نام سے بازار اور میلے لگتے تھے اور اس موقع پر ہر قبیلہ کے مایۂ ناز خطباء وعلماء وشعراء اپنے اپنے قبیلے کی شان بیان کرتے تھے اور فخر ومباہاۃ کا اظہار کرتے تھے۔

اور اسی طرح اس عہد اشعار میں مخالفین کی ہجو بیان کرتے تھے اھ

ملاحظہ ہو (تبصرہ ص ۲) ولنعم ماقیل

ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

نعت خوانی کے مطلوب شرع ہونے کے دلائل:۔

اب پڑھیے نعت خوانی کے مطلوب شرع ہونے کے کچھ دلائل جن کا ذکر "بیان روایت میں تحریف کے دعویٰ کی حقیقت" کے زیر عنوان جواب نمبر 1 کے ضمن میں آیا تھا تو پڑھیے۔

دلیل .1(نعت خوانی حضور کا ذکر ہے جو مطلوب ہے)

نعت خوانی حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہے جب کہ آپ کا ذکر مطلوب شرع ہے یعنی اللہ بھی چاہتا ہے کہ حضور کے تذکرے ہوتے رہیں۔ نتیجہ واضح ہے کہ نعت خوانی مطلوب شرع ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ورفعنا لک ذکرک" محبوب! ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند کیا ہے۔

حدیث قدسی میں اس کی ایک نوعیت اس طرح بیان فرمائی گئی ہے کہ "اذا ذکرت ذکرت معی" یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں یہی چاہتا ہوں کہ جب اور جہاں میرا ذکر ہو تو اس کے ساتھ آپ کا ذکر بھی ہو۔

ملاحظہ ہو (درمنثور تحت آیت مذکورہ، نیز الشفاء ج ا، ص ۱۲، طبع مصر)

علاوہ ازیں درود شریف بھی اس کی دلیل ہے کیونکہ اس کی بنیاد بھی ایک خاص انداز سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہی ہے جب کہ درود شریف سال کے بارہ مہینوں، ہر مہینے کے چاروں ہفتوں، ہر ہفتہ کے ساتوں دنوں، ہر دن رات کے چوبیس گھنٹوں، ہر گھنٹے کے ساٹھوں منٹس اور ہر منٹ کے ساٹھوں سیکنڈز میں ہر وقت مطلوب ہے (الاماور داستناءہ فی الشرع)

آیت کریمہ کے عمومی واطلاقی حکم کے علاوہ حدیث ابی بن کعب رضی اللہ

عنہ اس کے عمدہ دلائل سے ہے۔

ملاحظہ ہو(مشکوۃ عربی ص ۸۶ بحوالہ ترمذی شریف، الشفاء ج ۲ ص ۶۰)

الشفاء (ج ۲ ص ۲۰) میں امام قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ عنوان قائم فرمایا ہے: "ومن علاماته مع كثرة ذكره تعظيمه له الخ" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ کثرت سے آپ کا ذکر ہو نیز آپ کی تعظیم ہو۔

دلیل .2(نعت خوانی خدا کا ذکر ہے جو مطلوب ہے):

دلیل نمبر 1 میں ثابت کیا گیا ہے کہ نعت خوانی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہے۔ اب سنئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر، اللہ کا ذکر ہے جب کہ اللہ کا ذکر مطلوب ہے پس نعت خوانی ذکر الٰہی ہونے کی وجہ سے بھی مطلوب شرع ہوئی۔

دلیل نمبر 1 کے تحت مذکور آیت کریمہ کی تفسیر میں مزید حدیث قدسی ہے:
جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک فقد ذکرنی میں نے آپ کو اپنے ذکروں میں سے ایک بہت بڑا ذکر بنایا ہے پس جس نے آپ کا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔ (حوالہ جات مذکورہ)

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "قد انزل الله اليكم ذكرا رسولا"

اس کے تحت تفسیر روح المعانی میں ہے کہ اس آیت میں ذکر سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ "رسولا" اس کا بدل ہے اس کا خلاصہ بھی یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اللہ کا ذکر ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس بھی جہت سے دیکھا

جائے تو اس سے اللہ یاد آتا ہے۔ (پارہ ۲۸ الطلاق آیت ۱۰-۱۱)

نیز امام مجاہد تابعی مفسر نے فرمایا: آیت کریمہ کے الفاظ الا بذکر الله تطمئن القلوب میں ذکر اللہ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ ملاحظہ ہو (انوار احمدی ص ۳۹ بحوالہ تفسیر در منثور وغیرہ)

علاوہ ازیں قرآن مجید کی تمام وہ آیات جن میں حضور کے افعال کا افعال الٰہی ہونا مذکور ہے بھی اس کی دلیل ہیں جیسے "من یطع الرسول فقد اطاع الله" جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی (پارہ ۵ النساء آیت ۸۰)

نیز "ان الذین یبایعونک انما یبایعون الله ید الله فوق ایدیهم" یعنی یہ بات ہر شبہ سے پاک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کرنے والے اللہ ہی کی بیعت کرنے والے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے (پارہ ۲۶ الفتح آیت ۱۰)

نیز "وما رمیت اذ رمیت ولکن الله رمی" آپ نے جو کنکر مارے تھے وہ آپ نے نہیں بلکہ اللہ نے مارے تھے (پارہ ۹ انفال آیت ۱۷)

علاوہ ازیں مزید دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشان کی کوئی بھی بات ہو اس کو سن کر ہر مسلمان بے ساختہ اپنی زبان سے پکار اٹھتا ہے "سبحن الله" بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے حضور کی معراج کے تذکرہ میں فرمایا "سبحن الذی اسری بعبده"

حضرت فاتح وقاطع قادیانیت علامہ سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ

علیہ نے حضور کے حسن و جمال اور کمال کے ذکر پر یہ لفظ فرمائے سبحان اللہ ما اجملک مااحسنک مااکملک الخ

یہ سب بھی مانحن فیہ کی دلیل ہیں۔

اسی طرح وہ آیات بھی اس کی دلیل ہیں جن میں "اللہ و رسول" دونوں کی طرف واحد کی ضمیر راجع فرمائی گئی جیسے "یھدی بہ" پارہ ۶، المائدہ آیت ۱۶،

نیز "اللہ و رسولہ احق یرضوہ" (پارہ ۱۰، التوبہ، آیت ۶۲)

نیز "سیؤتینا اللہ من فضلہ و رسولہ" (پارہ ۱۰، التوبہ، آیت ۵۹)

نیز "اغناھم اللہ و رسولہ من فضلہ" (پارہ ۱۰، التوبہ، آیت ۷۴)

نیز "استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم" (پارہ ۹، الانفال، آیت ۲۴)

نیز صحیحین کی بکثرت احادیث جن میں صحابہ کرام نے بے شمار مقامات پر کہا "اللہ و رسولہ اعلم"

نیز "اللہ و رسولہ امنّ" (وغیرھا) ملاحظہ ہو (مشکوۃ عربی ص ۳، بخاری ج ۲ ص ۶۲۰ طبع کراچی)۔

اب سنئے کہ اللہ کا ذکر ہر حال میں ہر طرح سے اور کثرت کے ساتھ مطلوب ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر فرمایا: "اذکروا اللہ ذکرا کثیرا" یعنی اللہ کا ذکر کثرت سے کرو (پارہ ۲۲ الاحزاب آیت ۴۱، پارہ ۲۸ الجمعہ آیت ۱۰)

نیز "فاذکروا اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبکم" یعنی اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرو۔ (پارہ ۵ النساء آیت ۱۰۳)

دلیل 3: (نعت خوانی حضور کی تعریف ھے جو مطلوب ھے):

نعت خوانی حضور کی تعریف ہے جبکہ آپ کی تعریف مطلوب شرع ہے جو اس کی تمام صورتوں کو شامل ہے یعنی تحریراً، تقریراً، لساناً، قلباً، قیاماً، قعوداً، اضطجاعاً، انفراداً، اجتماعاً، عربیاً، عجمیاً، نثراً، نظماً۔ کیونکہ یہ سب اس کے افراد ہیں جس سے واضح ہے کہ نعت خوانی بھی اس کا فرد ہے پس وہ مطلوب شرع ہوئی۔

جس کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعائ، استغفار، صلوۃ وسلام اور مسائل شرعیہ کے لئے امر فرمایا کہ یہ یہ کرو جنھیں ائمہ شان اور علماء اسلام نے ہر دور میں نثراً نظماً وغیرھما ہر طرح سے بیان فرمایا۔

بناءً علیہ حضور کے فضائل و مناقب کو نظم میں پیش کرنا بھی حکم کی تعمیل کا حصہ ہوا، اسی کو نعت خوانی کہا جاتا ہے۔

مزید صحابہ کرام کے نعتیہ اشعار کے نمونے ابھی "**بیان روایت میں تحریف کرنے کے دعوی کی حقیقت**" کے زیر عنوان جواب 2 کے تحت باحوالہ پیش کیے جاچکے ہیں۔ قصیدہ بردہ شریف بھی اس کی عمدہ دلیل ہے کہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسے شرف قبولیت حاصل ہے اور جب سے وہ لکھا گیا ہر دور کے صالحین امت میں ہمیشہ ہمیشہ مقبول رہا جس کی بلا مبالغہ ہزاروں شرحیں لکھی گئیں۔ بطور نمونہ ملاحظہ ہو (کشف الظنون ج ۲ ص ۱۳۳۲ تا ۱۳۳۶)

اسی طرح دیگر اکابر کے نعتوں کے مجموعے جیسے قصیدہ ہمزیہ، دیوان امام

نابلسی، دیوان علامہ نبہانی، کلیات جامی، حدائق بخشش (جس میں دعا اور درود و سلام کو منظوم پیش کیا گیا ہے) نیز بے شمار کتب فقہ وتفسیر وحدیث منظوم (جیسے نام حق اور بدائع منظوم وغیرھما)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعریف کے مطلوب شرع ہونے کی ایک دلیل آپ کے اسماء کریمہ "محمد" "احمد" "حامد" اور "محمود" بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے تجویز فرمودہ ہیں جن کا خلاصۂ معنی ہے ہر حوالہ سے، بہت لائق تعریف ذات۔

اگر آپ کی تعریف مطلوب نہیں تو آپ کا نام "محمد" "احمد" "حامد" اور "محمود" کیوں؟ (صلی اللہ علی صاحبہا وسلم)

بطریق آخر:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو کتاب دی (یعنی قرآن مجید) وہ الحمد سے شروع ہوتی ہے۔ روز قیامت آپ کا منصب مقام محمود ہے یعنی مقام شفاعت کہ اس میں سب اولین آخرین آپ کی تعریفیں کریں گے کہ آپ کی ثنائیں سنتے تھے آج دیکھ لی ہیں۔ آپ کے جھنڈے کا نام ہے "لواء الحمد" آپ کے کئی اسماء گرامی حمد سے مشتق ہیں: محمد، احمد، حامد اور محمود صلی اللہ علی صاحبہا وسلم

کتب سابقہ میں آپ کی امت کا لقب ہے "الحمادون" یعنی اللہ کی بہت تعریف کرنے والے اور ہر حال میں الحمد للہ کہنے والے۔

یہ سب آپ کے لائق تعریف اور قابل ستائش ہونے کے قرائن ہیں۔

علاوہ ازیں قرآن مجید میں آپ کی تعریف کے چھپانے والوں پر لعنت آئی ہے۔ ملاحظہ ہو (پارہ ۲ البقرۃ آیت ۱۵۹)

اگر آپ کی تعریف مطلوب اور ضروری نہیں تو اس کے چھپانے والوں پر لعنت کیوں؟

علاوہ ازیں آیت کریمہ "ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی" کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جلیل القدر تابعی امام ابو العالیہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کے صلوۃ بھیجنے کا ایک مطلب یہ لکھا ہے کہ "صلوۃ اللہ ثناؤہ علیہ عند الملئکۃ" یعنی اللہ تعالیٰ مجمع ملائکہ میں اپنے حسب شان حضور کی ثناء فرماتا ہے (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۰۷، طبع کراچی)

جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ حضور کی تعریف کرنا سنت خدا اور سنتا طریقہ ملائکہ ہے۔

نیز وہ جملہ آیات بھی اس امر کی دلیل ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف فرماتے ہوئے آپ کے اوصاف وکمالات کو بیان فرمایا ہے جیسے "وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین"، "بالمؤمنین رؤف رحیم"، "تلک رسل فضلنا بعضھم علی بعض منھم من کلم اللہ ورفع بعضھم درجت"، "قد جاء کم من اللہ نور"، "ھو الذی ارسل رسولہ بالہدی" "لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا" "انا ارسلنک شاھدا ومبشرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا" "وتعزروہ وتوقروہ" (وغیرھا)

اسی بناء پر علامہ جامی نے فرمایا۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری　　آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

نیز حضرت شیخ سعدی کا ارشاد ہے۔

خدایت ثنا گفت وتجلیل کرد　　زمین بوس قدر تو جبریل کرد

نیز امام اہل سنت اعلیٰ حضرت نے فرمایا:۔

اے رضا خود صاحب قرآں ہے مداح حضور
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی

خلاصہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت خوانی اس لئے بھی مطلوب شرع ہے کہ وہ آپ کی تعریف ہے جب کہ آپ کی تعریف شرعاً مطلوب ہے پس نعت خوانی مطلوب شرع ہوئی۔

دلیل4 (نعت خوانی خدا کی تعریف ہے جو مطلوب ہے):

مزید یہ کہ نعت خوانی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف ہے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف، اللہ کی تعریف ہے۔ اللہ کی تعریف مطلوب ہے۔ اس حوالہ سے بھی نعت خوانی کا مطلوب شرع ہونا ثابت ہوا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر فرمایا: "الحمد للہ رب لعالمین" سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ ملاحظہ ہو (پارہ الفاتحہ ۱، پارہ ۲۴ الزمر ۷۵، پارہ ۲۳ الصٰفٰت ۲۹)

جس کا مفاد یہ ہے کہ کائنات کا ہر فرد چونکہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا نتیجہ ہے لہٰذا جس کسی کی بھی تعریف کی جائے وہ درحقیقت اللہ کی تعریف ہو گی جب کہ حضور اللہ کی قدرت کا سب سے بڑا شاہکار ہیں بناءً علیہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بہترین اور سب سے بڑی تعریف وہ ہو گی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالہ سے ہو۔

اس سے بھی نعت خوانی کے بے حد مطلوب شرع ہونے پر روشنی پڑتی ہے۔

دلیل5: (نعت خوانی عبادت ہے، جب کہ وہ مطلوب ہے)

نعت خوانی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف ہے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر وتعریف اللہ کا ذکر وتعریف ہیں اور اللہ کا ذکر وتعریف عبادات ہیں۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے "ذکر الانبیاء عبادة" یعنی ہر نبی کا ذکر اللہ کی عبادت ہے۔

بلکہ ایک اور روایت میں ہے "ذکر علی عبادة" حضرت مولیٰ علی کا ذکر بھی عبادت ہے۔

ملاحظہ ہو (شائقۃ الکلام ص ۱۳۳ بحوالہ دیلمی وغیرہ نیز انوار احمدی ص ۲۶)

-

بناءً علیہ آپ کا ذکر بطریق اولیٰ عبادت ہوا۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں: سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر پاک خود عمدہ طاعات واجل عبادات سے ہے" (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ نصف اول ۹۵ طبع قدیم لاہور)

جب کہ عبادت الٰہیہ کا مطلوب ہونا محتاج ثبوت نہیں۔ تبرکاً سنئے

"یاایھا الناس اعبدوا ربکم" اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو۔ (پارہ ۱ البقرہ ۲۱)

نیز "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" میں نے جنوں اور

انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں (پارہ ۲۷ الذاریات ۵۶)

نیز "واعبد ربک حتی یاتیک الیقین" آخر دم تک اپنے رب کی عبادت کیجئے (پارہ ۱۴ الحجر ۹۹)

الغرض نعت خوانی خدا کی عبادت ہونے کے حوالہ سے بھی مطلوب شرع ہے۔

دلیل 6: (نعت خوانی باعث نزول رحمت ہے جو مطلوب ہے):

محبوبان خدا کے ذکر سے رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے امام سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ کے معروف الفاظ ہیں: "عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ" یعنی صالحین کے ذکر خیر کے وقت اللہ کی رحمت اترتی ہے (انوار احمدی ص ۱۵ بحوالہ امام سخاوی)

جب کہ حضور سید الصالحین ہیں پس آپ کے ذکر کے وقت بطریق اولیٰ نزول رحمت ہوگا۔

نیز ابھی دلیل 1 کے تحت قرآن مجید کے حوالہ سے گزرا ہے کہ آپ کی تعریف کو چھپانا باعث لعنت اور چھپانے والے مستحق لعنت ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آپ کی تعریف بیان کرنا باعث رحمت اور بیان کرنے والے اہل ایمان مستحق رحمت ہیں۔

بناءً علیہ نعت خوانی، رحمت الٰہی کے نزول کا باعث ہوئی جبکہ رحمت مطلوب ہے لہٰذا نعت خوانی مطلوب شرع ہوئی۔

دلیل 7: (نعت خوانی علامت حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو مطلوب ہے):

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "احب الیکم من اللہ و رسولہ" یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت سب سے زیادہ ہو (پارہ ۱۰ التوبہ ۲۴)

نیز صحیح اور متفق علیہا احادیث کثیرہ میں ہے: "والذی نفسی بیدہ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین وفی روایۃ واھلہ ومالہ وفی روایۃ ونفسہ"

نیز "ثلث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما" یعنی میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ ایمان کی دولت و حلاوت اسی کو حاصل ہوگی جسے کائنات کی ہر چیز حتی کہ ماں باپ، اولاد، تمام خویش واقارب، دوست واحباب، اھل وعیال، کمائی کے مال اور اپنی جان سے بھی میری ذات اقدس کے ساتھ زیادہ محبت ہوگی۔

ملاحظہ ہو (الجامع الصغیر ج ۱ ص ۱۳۴، ج ۲، ص ۲۰۳ وغیرہ)

دلیل 1 کے تحت امام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کا قول پیش کیا جا چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی ایک علامت آپ کا کثرت سے ذکر ہے۔

نیز امام قسطلانی شارح بخاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: "علامۃ محبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبۃ ذکرہ" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی ایک علامت آپ کے ذکر سے محبت ہے (مواھب اللدنیہ عربی ج ۳ ص ۳۱۲)

بلکہ یہ علامت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر فرمائی چنانچہ آپ کا ارشاد ہے: "من احب شیئا اکثر من ذکرہ" جس کو جس سے محبت ہوگی وہ اس کا ذکر ہمیشہ کرے گا۔ (جامع الصغیر للامام سیوطی ج ۲، ص ۱۵۹، بحوالہ مسند فردوس عن الصدیقہ رضی اللہ عنہا)

پس جب نعت خوانی محبت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقاضا و علامت ہوئی جب کہ آپ کی محبت مطلوب ہے تو نعت خوانی اس حوالہ سے بھی مطلوب شرع ہوئی۔

دلیل 8: (نعت خوانی ازدیاد حبّ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سبب ہے جو مطلوب ہے):

جس طرح حضور سے محبت لازم ہے اسی طرح ایسے امور سرانجام دینا جس سے یہ محبت محفوظ رہے بلکہ اور بڑھے، بھی مطلوب ہے۔

حدیث شریف میں ہے ارشاد فرمایا: "زر غبا تزدد حبا" ناغہ سے زیارت کرو تا کہ ہمارے ساتھ تمہاری محبت میں اضافہ ہو۔

ملاحظہ ہو (مقام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۶۲۸ بحوالہ جات کثیرہ مؤلفہ استاذنا العلام شیخ القرآن علامہ فیضی علیہ الرحمۃ)

اقول: نعت خوانی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے محبت میں اضافہ کا باعث ہے تو وہ اس حوالہ سے بھی مطلوب ہوئی۔ چنانچہ شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ پھر ان کے حوالہ سے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالی ارقام فرماتے ہیں: "من اقوی اسباب ما نحن فیہ سماع الاصوات المطربۃ بالانشادات بالصفات النبویۃ المعوبۃ" یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی طرف شوق وانجذاب قلب و جوش محبت حاصل کرنے کا ایک سبب قوی یہ ہے کہ حضور والا کی نعت شریف عجیب وغریب، صاف الحانوں طرب آمیز آوازوں سے سنی جائے۔

ملاحظہ ہو (رشاقۃ الکلام فی حواشی اذاقۃ الاثام ص ۱۲۶ طبع دار اھل السنۃ کراچی بحوالہ مواہب لدنیہ ج ۳ ص ۳۱۲ مقصد ۷ فصل ۱)

خوش الحانی سے پڑھنے کے حکم کی تفصیل:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس کی مزید تفصیل میں فرماتے ہیں: "اگر اشعار حمد و نعت و منقبت و وعظ و پند و ذکر آخرت بوڑھے یا جوان مرد خوش الحانی سے پڑھیں اور بہ نیت نیک سنے جائیں کہ اسے عرف میں گانا نہیں بلکہ پڑھنا کہتے ہیں تو اس کے منع پر تو شرع سے اصلاً دلیل نہیں۔ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے لئے خاص مسجد اقدس میں منبر رکھنا اور ان کا اس پر کھڑے ہو کر نعت اقدس سنانا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و صحابہ کرام کا استماع فرمانا خود حدیث صحیح بخاری شریف سے واضح اور عرب کے رسم حدی، زمانہ صحابہ و تابعین بلکہ عہد اقدس رسالت میں رائج رہنا خوش الحانیٔ رجال کے جواز پر دلیل لائح، انجشہ رضی اللہ تعالی عنہ کے حدی پر حضور والا صلوات اللہ تعالی وسلامہ علیہ سے انکار نہ فرمایا بلکہ بلحاظ عورات "رویدک یاانجشۃ لا تکسر القواریر ارشاد ہوا، الخ" (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ نصف اول ۵۵۔۵۶ طبع لاہور قدیم)

نیز فرماتے ہیں: پھر ظاہر کہ وعظ کے اشعار، حدیث کے ترجے اسی قسم میں داخل ہیں تو ایسی شعر خوانی کا جواز بالیقین ہے اور جب خوش الحانی خود قرآن عظیم میں

مطلوب ومندوب ہوئی تو یہ تو شعر ہے۔ یہاں اگر الحان کے لئے مد وقصر وحرکات و
سکنات وغیرہ ھیئات حروف میں کچھ تغیر بھی ہو تو حرج نہیں جب کہ صرف سادہ خوش
الحانی ہو اور تمام منکرات شرعیہ سے خالی (الی) اس قدر کو عرف میں پڑھنا کہتے ہیں نہ
کہ گانا (الی) محمود ومباح اشعار کا سادہ الحانی سے پڑھنا بھی زمانہ صحابہ وتابعین وائمہ
دین سے مجوز ومقبول ہے بلکہ خود بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین سے ماثور
ومنقول بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہوتا، حضور سنتے اور انکار نہ
فرماتے۔ بارگاہ رسالت میں حدی خوانی پر صحابہ مقرر تھے کہ اپنی خوش الحانیوں، دلکش
حدی خوانیوں سے اونٹوں کو راہ روی میں وارفتہ بناتے (الی) سیدنا براء بن مالک رضی
اللہ تعالیٰ عنہ خود مرکب اقدس کے حدی خواں تھے، عجب آواز دلکش رکھتے اور بہت
خوبی سے اشعار حدی پڑھتے (الی) انجشہ حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدی خوانی کرتے
ان کی خوش آوازی مشہور تھی (الی) سیدنا عبداللہ بن رواحہ وسیدنا عامر بن اکوع رضی
اللہ عنھما بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے حدی خوانی کرتے چلتے (الی)
بالجملہ ممانعت ومنازعت جو کچھ ہے، گانے میں ہے یا معاذ اللہ اشعار ہی خود برے
ہوں اگرچہ بظاہر نعت ومنقبت کا نام ہو جیسے بے قیدوں کے خلاف شرع شعر کہ توہین
انبیاء کرام وملئکہ عظام علیھم الصلوٰۃ والسلام بلکہ تنقیص شان سید الانام علیہ وعلی الہ افضل
الصلوٰۃ والسلام بلکہ گستاخی وبے ادبی بارگاہ عزت ذی الجلال والاکرام کچھ اٹھا نہ رکھیں
اور نعت ومنقبت کا نام بدنام (الی) سادہ خوش الحانی کے ساتھ شعر خوانی کے جواز میں
اصلاً جائے کلام نہیں اھ ملخصاً بلفظہ

ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ نصف اول ص ۱۷۱۔ ۱۷۲ طبع ادارہ اخوان

المومنین لاہور)

دلیل 9: (نعت خوانی ردّ اعداء اسلام ہے جو مطلوب ہے):

شروع بحث میں گزرا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا ایک لازمی پہلو
آپ کے بدخواہوں سے نفرت رکھنا ہے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کا رد کیا جائے جب
کہ نعت خوانی سے بھی یہ مقصد حاصل ہوتا ہے پس اس حوالہ سے بھی وہ مطلوب ہوئی۔

چنانچہ بے شمار آیات قرآنیہ میں ہے کہ اللہ ورسول (جل جلالہ، وصلی اللہ علیہ
وسلم) کے بدخواہوں سے شدید نفرت ہوگی تو ایمان دولت وکمال میسر ہوں گے۔
بطور نمونہ ملاحظہ ہو (پارہ ۱۰، التوبہ پارہ ۲۸ آیت ۲۳، ۲۴، المجادلہ آیت ۲۲،
الممتحنہ آیت ۱، ۴)

دلیل 10 (نعت خوانی جہاد باللسان ہے جو مطلوب ہے):

حدیث شریف میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جاھدوا
المشرکین باموالکم وانفسکم والسنتکم" بت پرستوں سے اپنے مالوں،
اپنی جانوں اور اپنی زبانوں سے جہاد کرو۔ (مشکوۃ عربی ص ۳۳۲ بحوالہ ابوداؤد
نسائی دارمی عن انس رضی اللہ عنہ)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے آیت کریمہ و الشعراء یتبعھم
الغاون کے حوالہ سے شعر وشاعری کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا جس کا
خلاصہ یہ تھا کہ اس میں شعر وشاعری کی مذمت ہے جب کہ ہم یہ کام کرتے ہیں؟ تو

آپ نے فرمایا: "ان المؤ من یجاھد بسیفه و لسانه" اسلام اور پیغمبر اسلام کی حمایت میں ایمان والے کی شاعری اعداء دین کے خلاف تیر کا کام دیتی ہے اور جس طرح مؤمن کا جہاد تلوار سے ہوتا ہے، زبان سے بھی ہوتا ہے یعنی یہ اس کا زبان کا جہاد ہے (مشکوۃ عربی ص ۴۱۰ بحوالہ بغوی وغیرہ)

نیز حدیث شریف میں ہے عمرۃ القضاء کے موقع پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے خادمانہ حیثیت سے چلتے ہوئے کفار کے رد میں رجز یہ اشعار پڑھنے شروع کئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا ابن رواحہ! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے اور اللہ کے حرم میں یہ شعر خوانی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عمر! ہم سن رہے ہیں تم خاموش رہو۔ نیز فرمایا پڑھنے دو "ھی فیھم اشرع من نضح النبل" کہ یہ ان پر تیروں سے زیادہ کارگر ہے (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ نصف اول ص ۱۷۲ بحوالہ ترمذی عن انس رضی اللہ عنہ نیز مواھب و شرح زرقانی)

شیخ الاسلام مولانا حافظ انوار اللہ قادری چشتی علیہ الرحمۃ حضرت کعب کی مذکورہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل اور ان مخالفین کے جوابات میں جو تنقیص شان کرتے ہیں، اشعار لکھنا لسانی جہاد ہے جو تیر کی طرح کام کرتا ہے"۔ ملاحظہ ہو (انوار احمدی ص ۱۸ طبع لاہور)

معروف مفکر اہل سنت یکے از مؤسسین دعوت اسلامی حضرت رئیس التحریر علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب مذکور کی تلخیص میں لکھتے ہیں :"نعت گوئی بھی زبان و قلم کا ایک جہاد ہے"۔

ملاحظہ ہو (مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تلخیص انوار احمدی ص ۷۴ ص ۳۳ طبع ادارہ علم و ادب لاہور)

اقول: اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی مکمل مصروفیت ہی حضور کی حمایت میں شعر و شاعری تھی، جسکے باعث ممکن ہے کسی غزوہ میں ان کی شرکت نہ ہوئی ہو۔ خلاصہ یہ کہ نعت خوانی جہاد باللسان ہے۔

دلیل 11. (نعت خوانی مضبوطی دین کا سبب ھے جو مطلوب ھے):

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورے دین کا حوالہ ہیں۔ چنانچہ سارے دین کی بنیاد کلمہ پر ہے اور کلمہ کی بنیاد آپ کی ذات بابرکات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات و التسلیمات۔

بناءً علیہ آپ کی شان کو ثابت کرنا اور منوانا دین کی مضبوطی کا سبب ہے جب کہ نعت خوانی کا بھی اس میں بہت دخل ہے ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اسے اختیار نہ فرماتے جب کہ ان کا وہ فیصلہ و عمل بھی اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا امر فرمودہ اور منظور شدہ ہے۔ اس لئے بھی نعت خوانی مطلوب شرعی ہوئی۔

دلیل 12. (نعت جملہ صالحین و محبین امت کا معمول ھے جن کی پیروی مطلوب ھے):-

دور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے لے کر آج تک کے ہر دور کے جملہ صالحین امت و محبین تاجدار نبوت تمام اکابر وائمہ شان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس نے کسی نہ کسی طرح نعت خوانی کا حصہ بن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت خوانی نہ کی ہو۔

چنانچہ کچھ نے نعتیں لکھیں، کچھ نے چھاپیں اور شائع کیں، کچھ نے نعتیں پڑھیں اور کچھ نے نعتیں سنیں اور محافل منعقد کیں۔ اس معنی میں پوری امت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت خواں ہے پس یہ اس پر سب کا اتفاق واجماع ہوا۔ پھر بعض تو ان میں اس حوالہ سے ضرب المثل اور عالمی شہرت ومقبولیت کے مالک وحامل ہیں جیسے وہ اصحاب کرام جو شعراء دربار رسالت ہیں حضرت سیدنا حسان رضی اللہ عنہ وغیرھم۔ نیز عارف رومی، مولانا جامی، امام بوصیری، ابن الفارض، علامہ کفایت اللہ کافی، اعلیٰ حضرت اور آپ کے برادر ذیشان علامہ حسن رضا خان، غزالیٔ زماں کے پیر ومرشد علامۃ الدہر حضرت قاری ومحدث جلیل علامہ سید محمد خلیل الکاظمی المتخلص بہ خاکی اور خود حضور غزالیٔ زماں نیز حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اور حضرت خواجۂ خواجگان مولانا غلام فرید چشتی نظامی وغیرھم اساتین دین متین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین

جب کہ سبیل المؤمنین کی اتباع قبر وآخرت بچانے کے لئے لازم ہے قال اللہ تعالیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولّٰی ونصلہ جھنم و ساءت مصیرا۔

وقال علیہ الصلوۃ والسلام علیکم بالجماعۃ (وفی روایۃ) "ید اللہ علی الجماعۃ" وفی روایۃ "اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار"

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ سے اس پر مہر تصدیق لیجئے، آپ فرماتے ہیں: "اشعار حسنہ محمودہ کا پڑھنا جن میں حمد الٰہی ونعت رسالت پناہی (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ومنقبت آل واصحاب واولیاء وعلماء دین رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین بر

وجہ صحیح اور نہج مقبول شرعی، یا ذکر موت وتذکیر آخرت واھوال قیامت وغیر ذالک مقاصد شرعیہ ہوں قطعاً جائز وروا، اور خود زمانہ اقدس حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آج تک تمام ائمہ دین وعباد اللہ الصالحین میں رائج رہا ہے (الی) اشعارہ محمودہ بہ نیت محمودہ اعمال محمودہ میں معدود وباعث اجر ورضاء رب ودود ہیں" اھ ملخصاً بلفظہ

ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ نصف اول ص ۱۷۱۔ ۱۷۲ طبع لاہور)

اقول: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا لفظ لفظ اپنے منطوق میں صریح اور ہمارے موقف کی بین دلیل ہے اگر یہ نہ مانا جائے تو اکابر امت کے نعتیہ کلاموں کے مجموعے جیسے قصیدہ بردہ شریف اور حدائق بخشش وغیرہا سب بے کار اور فضول قرار پا جائیں گے جو صریح البطلان ہے۔

نوٹ: اکابر امت کی نعتیہ شاعری کے مزید نمونے نیز مسئلہ نعت خوانی کی کئی نفیس بحثیں دیکھنے کے لئے فقیر کا محررہ رسالہ "نعت خوانی کی شرعی حیثیت" ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

دلیل 13: (نعت خوانی شعار اہلسنت ہے):

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت خوانی اہل سنت وجماعت کا شعار ہے یعنی خالص سنی کی پہچان ہے۔ دلیل یہ ہے کہ محفل نعت ہو رہی ہو تو یہ پوچھنے کی حاجت ہی نہیں رہتی کہ یہ کس جماعت کی محفل ہے اور یہی شعار اور خاص علامت ہونے کا مفہوم ہے جبکہ شعار پر کاربند رہنا ہی مطلوب ہے۔ پس اس سے بھی نعت خوانی کے مطلوب ہونے کی تائید ہوتی ہے۔

کاروبار اور معاش کو فروغ دینے کے ارشاد پر معروضات:

رہا مجیب فاضل کا نعت خواں حضرات بالخصوص ثناء خواں مذکور کے متعلق یہ ارشاد کہ ان کا اپنے اس بیان نیز نعت خوانی سے مقصود کاروبار اور ذریعہ معاش کو فروغ دینا اور لوگوں سے پیسے بٹورنا ہے جس کی نظیر عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عہد صحابہ میں نہیں ملتی (ملخصاً)؟

تو جواباً عرض ہے کہ

اولاً: ناجائز طریقہ سے پیسے وصولنے کی نیت ہونے کی ایک نیک صالح صحیح العقیدہ سنی کی طرف نسبت کرنا اس کی نیت پر حملہ ہے جب کہ نیت امر غیب ہے پس یہ قطعاً سوء ظنی ہوئی جو سخت حرام اور کبیرہ گناہ ہے جس سے مجیب فاضل پر توبہ لازم ہے جب کہ موصوف اپنے دعویٰ کاروبار پر بھی دلیل نہیں لا سکے کہ ان کے کاروبار کی صورت تھی تو کیا تھی۔

اس کے سخت جرم ہونے کا اندازہ یہاں سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن وحدیث میں اس امر (سوء ظنی) کا نام لے کر اس سے بچنے کی تلقین اور اس میں پڑنے والوں کو سخت تنبیہ فرمائی گئی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: "یاایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم" اے ایمان والو! گمانوں میں پڑنے سے بچو کیونکہ کچھ گمان گناہ ہیں (پارہ ۲۶ الحجرات ۱۲)

نیز فرمایا: "ولا تقف ما لیس لک به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل

اولئک کان عنه مسئولا" یعنی علم کے بغیر کسی امر میں پڑنے سے بچ کیوں کہ کسی کے متعلق آنکھ کان لگانے اور دل کے سوچنے سب کے بارے میں جواب دہی ہے (پارہ ۱۵ الاسراء ۳۶)

نیز فرمایا: "لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسهم خیرا وقالوا هذا افک مبین (الی) وتحسبونه هینا وهو عند الله عظیم" یعنی اتہام کو سن کر اہل ایمان نے اہل ایمان کے متعلق اچھا گمان رکھتے ہوئے اسے کھلا بہتان کیوں نہ کہہ دیا، تم اسے معمولی گردانتے ہو جب کہ اللہ کے ہاں یہ بہت اہمیت کی حامل ہے (پارہ ۱۸، النور آیت ۱۲ تا ۱۶)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے: "ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث" گمان میں پڑنے سے بچو کیونکہ گمان انتہائی جھوٹی بات ہے (الجامع الصغیر ج ۱ ص ۱۱۵، بحوالہ مسند احمد بخاری مسلم، ابوداؤد، ترمذی وغیرہا، عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

نیز ملاحظہ ہو (فتاوی رضویہ ج ۱۰ نصف اول ص ۱۶۲ طبع لاہور قدیم)

ثانیاً: مجیب فاضل کا یہ اصلاحی طرز تنقید وہابیہ وغیرہم سے ان کا توافق بھی ہے جو بے شمار معمولات اہل سنت پر اسی منوال پر تنقید کرتے رہتے ہیں چنانچہ وہ ایصال ثواب کے مروجہ سنی طریقوں کو شکم پروری کا سامان اور پیٹ کا دھندہ قرار دیتے ہیں۔

اسی طرح منکرین حدیث بھی قربانی کے متعلق بھی طرز بیان اختیار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قربانی کرنے والے محض گوشت خوری کی ہوس کو پورا کرنے اور پیٹ پوجا کی خاطر لاکھوں جانوں کا اجتماعی قتل عام کا ارتکاب کرتے ہیں جو ناقابل معافی جرم ہے۔

ملاحظہ ہو (رسالہ فلسفہ قربانی مشمولہ مقالات کاظمی ج ا، ص ۳۲۶ طبع مکتبہ فریدیہ تالیف منیف حضور غزالیٔ زماں)

تو اگر اسی تناظر میں کوئی مجیب فاضل کے متعلق یہ سوچنے لگ جائے کہ اخیار کی بولی بولنا ان سے کچھ ادھار کھائے بغیر ممکن نہیں لہٰذا دال میں ضرور کچھ کالا ہے، تو کیا اس کو بھی درست قرار دینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہوگا؟

ثالثاً: اس سے قطع نظر بر تقدیر تسلیم اگر کچھ لوگ نعت خوانی سے فی الواقع ناجائز طریقہ سے حطام دنیا کے جمع کرنے کی نیت رکھتے ہوں اور ایسا کرتے بھی ہوں تو یہ ان کا ذاتی اور انفرادی فعل ہوگا جس سے زیادہ سے زیادہ صرف انہی کا عمل ناجائز قرار پائے گا۔ یعنی اسی متعین شخص کی غلطی ہوگی سب تو اس میں ملوث اور غلط شمار نہیں ہوں گے۔ جیسے کسی گھر کا کوئی فرد بگڑ جائے اور ناراض ہو کر چلا جائے تو اسے ہی سمجھایا جائے گا نہ یہ کہ سب افراد خانہ پر پابندی عائد کی جائے گی اور نہ ہی سربراہ خانہ دوسرے افراد خانہ کو گھر سے نکل جانے کا حکم دے گا۔

بناءً علیہ بعض نعت خوانوں میں شرعی خرابی کے آنے سے نہ سب نعت خوانوں پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس سے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء خوانی کے جواز واستحباب پر کوئی زد پڑے گی۔ جب کہ واقعی خرابی کو دور کرنے کی بجائے کسی شرعاً جائز امر پر پابندی عائد کرنے کا حکم لگانا بھی وہابیہ وغیرھم بدعقیدہ لوگوں ہی کا زاویہ فکر اور انہی کا طرز عمل ہے۔

رابعاً: جب فاضل کی حکمت کو مان لینے کی صورت میں دین ومسلک کا کوئی شعبہ باقی اور جاری رکھنا مشکل ہو جائے گا اور کوئی بھی ان کے دست وبرد سے نہیں بچ سکے

گا۔

تمام مدارس دینیہ، مراکز روحانیہ (آستانوں اور خانقاہوں) پر بھی پابندی عائد کرتے ہوئے انہیں بند کرنا لازم ہو جائے گا کیونکہ ان میں آئے دن کچھ نہ کچھ قابل اعتراض امور کی خبریں آتی رہتی ہیں اور خرد برد کے واقعات کے پیش آنے کی اطلاعات ملتی رہتی ہیں۔

مساجد کو بھی بند کرنا پڑے گا کیونکہ مسجد کمیٹیوں میں بھی افراتفریاں پائی جاتی ہیں۔

اگر یہ صحیح ہے تو مجیب فاضل اس تبلیغ کا آغاز اپنے موقر ادارہ اور اپنی مرکزی مسجد سے کیوں نہیں فرماتے اور اس پر کیوں خاموش ہیں؟ یا اس کے لئے شریعت اور ہے اور نعت خوانوں کے لئے شرع دیگر ہے؟ خدارا انصاف!!!

پھر بھی نہ مانیں تو انہیں یہ تو بتانا ہوگا کہ ایک آدمی نماز غلط طریقہ سے پڑھتا ہو تو اس کی اصلاح کی جائے یا اسے سرے سے نماز ہی نہ پڑھنے دی جائے؟

طواف کعبہ کا بھی حکم بیان کرنا ہوگا کیونکہ اس میں مرد وزن کا اختلاط ایک امر واقعی ہے؟

نیز یہ بھی کہ کتا مسجد میں چلا جائے تو کتے کو بھگایا جائے یا مسجد کو گرادیا جائے؟

نیز یہ کہ دودھ میں مکھی گر جائے تو مکھی کو دودھ سے نکال پھینکا جائے یا دودھ کو نالی میں بہایا جائے؟

نیز یہ کہ کسی کی ناک پر مکھی بیٹھ جائے تو کس کو اڑایا جائے، مکھی کو یا ناک کو؟

علاوہ بریں کسی شخص کی ذاتی علمی خرابی کی صورت میں بعض اوقات، شخص کی بجائے اس کی صحیح بات پر توجہ دینا بھی تو امور مستحسنہ سے ہے چنانچہ ایسے مواقع کے

حوالہ سے کہا جاتا ہے "انظر الی ماقال ولا تنظر الی من قال" یعنی ماقال کو دیکھو "من قال" پر نہ جاؤ۔

نیز صحیح بخاری و مسلم کی اس حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت ابوھریرۃ کو شیطان نے بتایا کہ آیت الکرسی پڑھ لیا کرو تو میں نہیں آسکوں گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تردید و تغلیط فرمانے کی بجائے یہ ارشاد فرمایا کہ "صدقک وھو کذوب" ہے تو بڑا جھوٹا لیکن بات واقعی سچی کہہ گیا ہے۔

ملاحظہ ہو (صحیح بخاری ج ۲، ص ۷۴۹، مشکوۃ عربی ص ۱۸۵، بحوالہ صحیح بخاری عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

اسی طرح ایک مرید کے ایک خواب کے مشہور واقعہ سے بھی اس کو سمجھا جاسکتا ہے کہ جس نے یہ دیکھا تھا کہ وہ اپنے مرشد کے ہاتھ سے شہد جب کہ اس کا پیر اس کے ہاتھ سے نجاست کو چاٹ رہا ہے جس کا مطلب یہی لیا گیا کہ ہر ایک کو اس کی نیت کے مطابق ثمرہ ملتا ہے۔

الغرض کسی فرد کے خلاف شرع چلنے سے پورے شعبہ یا مشن کو غلط قرار دینا اصول و شرع دونوں کے خلاف ہے کیوں کہ ہر شعبے میں ہر قسم کے افراد کا پایا جانا ایک ناقابل تردید حقیقت ثابتہ ہے۔ بعض مفتی بھی تو غلط فتوے دے دیتے ہیں تو کیا اس کے تمام فتوی غلط ہو گئے۔ اگر ایسے ہے تو اپنے اس اصول سے مجیب فاضل اپنے فتاوی بالخصوص پیش نظر فتوی کے غلط ہونے کا فتوی صادر فرمائیں گے۔

آخر میں مسئلہ ہذا پر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مزید دوٹوک تصریح بھی سن لیجئے:

آپ بدگمانی اور کسی مسلمان کی نیت پر شبہ کی بحث میں ارقام فرماتے ہیں:

"علامہ عارف باللہ ناصح فی اللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے اس بحث میں بالتعیین کسی کی نسبت حکم تصنع وریاء لگا دینے پر ایک طویل و جلیل کلام میں اقامت قیامت فرمائی جس سے چند حرف کا خلاصہ یہ کہ سب صوفیہ یکساں نہیں، جیسے سب علماء و فقہاء و مدرسین ایک سے نہیں، جیسے سب قضاۃ و امراء و وزراء و سلاطین برابر نہیں، بلکہ ان میں صالح، اصلح، فاسد، افسد سب طرح کے ہیں۔ ناقص، قاصر، جاہل، مسلمانوں کی عیب جوئی کرتے، اور کاملوں کو کمال ہی نظر آتا اور عیب پوشی و تاویل فرماتے ہیں"۔

ملاحظہ ہو (فتاوی رضویہ ج ۱۰ نصف اول ص ۱۶۲ طبع لاہور)

نعت خواں کے نذرانے کا مسئلہ:۔

رہا نعت خوانوں کے نذرانوں کا مسئلہ؟۔ تو مسئلہ ھذا میں حق حقیق اور عطر تحقیق یہ ہے کہ اگر کوئی نعت خواں کو نعت خوانی پر از خود نذرانہ دیدے تو یہ نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ سنت نبویہ ہے علیٰ صاحبہا التحیہ۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئی مواقع پر نعت شریف پیش کرنے والوں کو انعامات سے نوازنا صحیح ثابت ہے۔

لہٰذا مجیب فاضل کا یہ کہنا کہ "اس سے ملتی جلتی کوئی مثال عہد رسالت م آب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اور عہد صحابہ میں نہیں ملتی" بالکل غلط اور قطعاً خلاف واقعہ ہے (کماسیظہر عمایأتی)

جب کہ کسی کو مدعو کرنے کی صورت میں اسے زادراہ وغیرہ پیش کرنے کے اخلاقی فرض ہونے پر عرف جاری ہے جو کسی ایک طبقہ سے خاص نہیں بلکہ سب کو عام اور حاوی ہے۔

تو فاضل مجیب نے کم از کم اسی کا ہی استثناء کر دیا ہوتا۔

یا کیا مدعو ہونے کی صورت میں مجیب فاضل خود اپنے متعلقین اور چاہنے والوں سے زادراہ اور نذرانہ وغیرہ قبول یا وصول نہیں فرماتے۔ یا وہ اسے ناجائز سمجھتے ہیں؟۔ مشہور ہے کہ مجیب فاضل موصوف، خطابات پر پہنچنے کیلئے اپنے داعین سے ایئر ٹکٹ وغیرہ سہولیات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو یا للعجب و الضیعۃ العلم والادب۔ دیگراں را نصیحت خود را فضیحت۔

ع ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہئے

بہر حال مجیب فاضل کو چاہئے تھا کہ وہ پیش نظر مسئلہ کی جائز صورتوں کو بھی بیان فرماتے پھر بھی اگر وہ علی الاطلاق اس کے عدم جواز کا قول کرتے ہیں تو عدم جواز کا درجہ متعین کر کے حسب دعویٰ خود اس کی دلیل کا لانا ان کی ذمہ داری ہے۔ یعنی ناجائز ہے تو اس کی کون سی صورت ناجائز ہے پھر وہ کس قسم کی ناجائز ہے؟۔ کفر و شرک ہے یا حرام اور مکروہ تحریمی ہے یا کچھ اور؟ پھر اس معین کردہ قسم کی تعریف بھی لکھیں اور یہ بھی کہ اس کے اثبات کے لئے کس طرح کی دلیل شرعی درکار ہوتی ہے؟ اور اس کے ساتھ ہی وہ دلیل بھی پیش فرمادیں۔ اس کے بغیر تقریب تام نہیں ہوگی۔

وبطریق آخر: ناجائز ہونے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اللہ نے اس سے منع فرمایا ہو یا اس کے رسول نے روکا ہو (جل جلالہ، وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

تو کون سی ایسی صریح آیت یا صحیح صریح حدیث ہے جس میں اللہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نعت خواں کو مطلقاً کچھ دینے کی اجازت نہیں؟ فاتوا برھانکم، ایتونی بعلم

نعت خواں کو نذرانہ دینے کا ثبوت:

تکمیل عنوان کے لئے بطور نمونہ اس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

حضرت مالک بن عوف رضی اللہ عنہ کو نعت خوانی پر انعام:

حافظ الدنیا علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ امام مغازی امام محمد بن اسحق تابعی اور علامہ معافی کی الجلیس والانیس کے حوالہ سے پھر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ صاحب موصوف کے حوالہ سے لکھا ہے (واللفظ لہ) کہ:

"جب (غزوہ حنین میں) مشرکین بھاگ گئے۔ مالک بن عوف (کہ اس لڑائی میں سردار کفار ہوازن تھے) بھاگ کر طائف میں پناہ گزین ہوئے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر وہ ایمان لاکر حاضر ہو تو ہم اس کے اھل و مال اسے واپس دیں۔ یہ خبر مالک بن عوف کو پہنچی تو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جب کہ حضور مقام جعرانہ سے نہضت فرما چکے تھے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اھل و مال انہیں واپس دیئے اور سو (100) اونٹ اپنے خزانہ کرم سے عطا کئے (مالک بن عوف نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنا ایک قصیدہ پیش کیا جس کے دو شعر یہ تھے سعیدی)

ما ان رأیت و لا سمعت بواحد　　فی الناس کلھم کمثل محمد

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

او فی فاعطی للجزیل لمجتد　　و متی تشاء یخبرک عما فی غد

میں نے تمام جہان کے لوگوں میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مثل نہ کوئی دیکھا نہ سنا۔ سب سے زیادہ وفا فرمانے والے اور سب سے فزوں تر سائل نفع کو کثیر عطاء بخشنے والے۔ اور جب تو چاہے تجھے آئندہ کل کی خبر بتادیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ان کی قوم ہوازن اور قبائل ثمالہ و سلمہ و فہم پر سردار فرمایا اور یہ قصیدہ نعتیہ سنانے پر "قال لہ خیرا و کساہ حلۃ" ان کے حق میں کلمۂ خیر فرمایا اور انہیں خلعت پہنایا (ملخصاً بلفظہ بتغیر یسیر منی، سعیدی) ملاحظہ ہو (الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۳ ص ۳۵۲ طبع دار احیاء التراث العربی بیروت نیز الامن والعلی ص ۱۷۱ طبع کامیاب دار التبلیغ لاہور)

نیز مذکورہ اشعار کے لئے مزید ملاحظہ ہو (اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۹۰ طبع بیروت مؤلفہ علامہ ابن الاثیر الجامع لمانی الصفات الجوامع ج ۵ ص ۳۳ طبع مصر۔ تالیف حافظ ابو موسی الرعینی الاندلس اور معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم وغیرہ)

اب پڑھیے نعت خوانی پر انعام عطا فرمانے کی ایک اور مثال

حضرت کعب بن زھیر رضی اللہ عنہ کو نعت خوانی پر انعام:

زھیر بن ابی سلمٰی زمانہ جاہلیت کے عقلاء مشاہیر سے ہیں جو فن شاعری میں مرجع اور حجت تسلیم کئے جاتے ہیں۔ خود شاعر، والد شاعر، ماموں شاعر، بہن سلمٰی اور خنساء بھی شاعرہ اور دو بیٹے بجیر اور کعب بھی شاعر تھے۔

اس دور کے سات مشہور قصائد (جو سبع معلقات کے نام سے معروف ہیں) کا قصیدہ "بانت سعاد" انہی کے بیٹے کعب بن زھیر کا نظم کردہ ہے (جن کو بعد میں شرف صحابیت بھی حاصل ہوا)

انہوں نے اپنے بچوں کو جمع کر کے کہا میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک چیز آسمان سے زمین پر اتری ہے جسے میں نے لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن وہ میری دسترس میں نہ آسکی۔ اور اس کی تعبیر انہوں نے یہ بیان کی کہ آسمان سے آنے والے چیز سے مراد حضور نبی آخر الزمان ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب کہ اس پر دسترس حاصل نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ میں آپ کے ظہور سے پہلے فوت ہو جاؤں گا لہٰذا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم میں سے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالے وہ آپ کا تبع بن جائے چنانچہ زھیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے ایک سال پہلے وفات پاگئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اور پھر ہجرت کے بعد زہیر کے دو بیٹے بجیر اور کعب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جانے کیلئے عازم مدینہ ہوئے جب شہر مبارک کے قریب پہنچے تو کعب نے بجیر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کہا تم جائزہ لینے کیلئے آپ کے پاس جاؤ، میں یہاں رکتا ہوں۔ بجیر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرویدہ ہو کر اسلام کو قبول کر لیا۔ کعب کو اسکا پتہ چلا تو وہ بہت غصے ہوا بلکہ اپنے بھائی کی ہجو میں اشعار بھی لکھ مارے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان پاک میں زبان درازی بھی کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ ماجرا پہنچا تو آپ نے گستاخی نبوت کی بنیاد پر اسے بحکم الٰہی مباح الدم قرار دے دیا اور فرمایا: ”من لقی کعبا فلیقتلہ“ جس مسلمان کو بھی کعب ملے تو وہ اسے قتل کر دے۔

بجیر نے کعب کو تحریراً اس سے مطلع کیا اور تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ تم جیسے اور بھی کئی اس سزا کی لپیٹ میں آئے ہیں، اب تمہاری بھی خیر نہیں ہے۔ اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو اس کا حل یہی ہے کہ میرا خط پہنچتے ہی فوراً مسلمان ہو کر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ کیونکہ حضور کی عادت کریمہ یہ ہے کہ جو اسلام قبول کرلے، آپ اس کی سابقہ تمام غلطیاں معاف فرما دیتے ہیں۔

کعب نے بھائی کے مشورہ کو اہمیت دیتے ہوئے اسے من وعن قبول کیا اور آپ کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے کی غرض سے ایک قصیدہ بھی نظم کیا (نعت شریف لکھی) اور راہی مدینہ ہوئے۔ دولت کدہ پر پہنچے تو پتہ چلا کہ آپ مسجد نبوی شریف (نبوی) میں تشریف فرما ہیں۔ اپنے اونٹ کو مسجد شریف کے دروازہ کے

قریب میں بٹھا کر اندر چلے گئے اور پہنچتے ہی آپ کے سامنے اپنا وہ قصیدہ پڑھنا شروع کر دیا اور پڑھ کر پورا سنا دیا، حضور نے بھی سننے کا شرف بخشا۔ قصیدہ کے دو خصوصی شعر اس طرح تھے

ان الرسول لنور یستضاء بہ مھند من سیوف اللہ مسلول

انبئت ان رسول اللہ اوعدنی والعفو عند رسول اللہ مأمول

یعنی آپ اللہ کا نور ہیں جن کی پیروی کے بغیر چارہ نہیں اور آپ کفر وفسق کے خلاف اللہ کی بے نیام تلوار ہیں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ نے مجھ پر ناراض ہو کر میرے قتل کا حکم فرمایا ہے اپنی غلطی پر معافی کا خواستگار اور بخشش کا امیدوار ہوں (اور یہی قصیدہ ”بانت سعاد“ تھا جس کا شروع میں ذکر ہوا ہے)

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کا ظہور ہوا، ان کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا کون ہو تم؟ عرض کی کعب بن زہیر ہوں اسلام کو قبول کرتے ہوئے آپ کا کلمہ پڑھتا ہوں اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی غلطی معاف فرما دی (کیونکہ آپ کو من جانب اللہ اس کا اختیار تھا) اور ان کے اسلام کو قبول فرمایا اور ان کے پیش کردہ نعتیہ کلام سے خوش ہو کر انعام میں اپنی وہ چادر عطا فرما دی جو آپ نے اپنے اوپر اوڑھی ہوئی تھی۔

علامہ ابن الاثیر کے لفظ ہیں: ”وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد اعطاہ بردۃ لہ“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی چادر عطا فرمائی تھی۔

حافظ صاحب کے الفاظ ہیں: "فکساہ النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بردۃ لہ" نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی چادر پہنادی۔

بعض روایات میں اس طرح ہے: "فرمی علیہ السلام بردۃ کانت علیہ" ان کے نعت شریف سنانے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھٹ سے انہیں اپنی چادر عنایت فرمادی اور آپ نے اپنی چادر کو ان پر پھینک دیا (نچھاور فرمادیا)۔

بعض روایات میں یہ الفاظ خود حضرت کعب کے کلام کے طور پر بھی مذکور ہیں "فرمی الی" یعنی حضرت کعب نے فرمایا میں نے جب نعتیہ کلام سنا لیا تو آپ نے اپنی چادر مبارک مجھ پر پھینک دی۔

تتمہ روایت ھذا:

اس روایت کا بقیہ حصہ اس طرح ہے کہ حضرت معاویہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہما کے پاس آدمی بھیج کر کہلایا دس ہزار روپے لے لو اور یہ چادر ہمیں دے دو، حضرت کعب نے جواباً کہا: "ما کنت لاوثر بثوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احدا" کچھ ہو جائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ تبرک قطعاً کسی کو نہیں دوں گا کہنے والا خواہ کوئی بھی ہو۔

چنانچہ حضرت کعب پوری زندگی اسی پر قائم رہے، آپ کی وفات کے بعد حضرت معاویہ نے ان کے بچوں سے اسے بیس دینار میں خرید کر مسلمان بادشاہوں کے خصوصی مواقع پر استعمال کے لئے مختص فرمایا یہ چادر مبارک خلفاء عباسیہ کے پاس رہی اور ان کا یہ دستور رہا کہ وہ اسے سپردگی خلافت اور عید وغیرہ کے موقع پر تبرکاً اوڑھتے تھے اور ساتھ ہی ایک عصا بھی ہاتھ میں رکھتے جس کے متعلق یہ معروف

تھا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عصاء مبارک ہے۔

ملاحظہ ہو (اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۴۰۔۲۴۱ طبع بیروت، الاصابہ ج ۳ ص ۲۹۵۔۲۹۶ بحوالہ ابن قانع عن سعید بن المسیب نیز تقدیم الفردہ فی شرح البردہ ص ۳۰۔۳۱ شارح حضرت تاج الشریعہ مولانا اختر رضا خاں بریلوی مدظلہم طبع رضا اکیڈمی بمبئی نیز انوار احمدی ۲۰ تا ۲۳ طبع لاہور بحوالہ مواہب اللدنیہ از ابن ابی عاصم، ابن اسحق، ابن الانباری، ابن قانع وزرقانی وغیرھم)

نیز امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کے والد ماجد رئیس المتکلمین حضرت مولانا نقی علی خان رحمہ اللہ تعالیٰ الرحمن اس بارے میں ارقام فرماتے ہیں:

"اور قصیدہ بانت سعاد (کہ نعت شریف میں ہے) مجلس اقدس میں پڑھا جانا اور خود بدولت کا ایک شعر میں دو جگہ اصلاح فرمانا اور صاحب قصیدہ کعب بن زہیر کا قصور معاف کرنا اور چادر مبارک انعام میں دینا بھی ثابت ہے۔"

ملاحظہ ہو (اذاقۃ الآثام ص ۱۰۶ طبع کراچی)

اقول: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے حاشیہ (رشاقۃ الکلام) میں اس پر کچھ کلام نہیں کیا بلکہ برقرار رکھا ہے۔

ثم اقول: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصلاح یہ فرمائی تھی کہ حضرت کعب نے یوں پڑھا تھا "ان الرسول لنار یستضاء بہ سیف من سیوف الھند مسلول" تو آپ نے فرمایا تھا "لنار" کی بجائے "لنور" اور "سیوف الھند" کی بجائے سیوف اللہ کہو۔

ملاحظہ ہو (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۲ ص ۲۰۶ طبع محمد علی کراچی)

نیز شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ حیدر آبادی قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حوالہ سے شرح وبسط کے ساتھ لکھتے ہوئے ارقام فرمایا ہے:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف اپنی چادر مبارک پھینکی جو جسم شریف پر تھی" (الی)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشعار نعتیہ سن کر خوش ہوتے چنانچہ چادر عطا فرمانا اس پر دلیل ہے"

نیز اس کے فوائد بیان کرتے ہوئے فائدہ ۳ میں لکھا ہے:

"شعر کہنے والے کو از قسم لباس عطا کرنا جس کی تبعیت مشائخ کرام نے کی ہے"

ملاحظہ ہو (انوار احمدی ۲۳ طبع لاہور)

اقول: امام حاکم نے اپنی اسناد سے لکھا ہے: "انشد فی مسجدہ بالمدینة" یعنی حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اپنا یہ پورا قصیدہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرزمین مدینہ پر آپ کی مسجد (مسجد نبوی) شریف میں پڑھ کر سنایا تھا۔

ملاحظہ ہو (مستدرک ج ۴ ص ۶۱۷ طبع بیروت)

نوٹ: حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مذکورہ نعتیہ اشعار کے لئے مزید ملاحظہ ہو (الاستیعاب لابن عبد البر ج ۳ ص ۲۹۹ برحاشش الاصابہ)

مکمل قصہ اور کامل قصیدہ کے لئے دیکھئے: المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۷۵۷ تا ۷۶۳ روایت نمبر ۶۵۳۶ وغیرھا طبع بیروت نیز کتاب وجلد مذکور صفحہ ۷۵۷ حاشیہ ۶۵۳۶ بحوالہ الاحاد والمثانی لابن ابی عاصم، الاصابہ، الاستیعاب،

طبرانی کبیر ج ۱۹ ص ۴۰۳ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۹۴ وسیرت ابن ھشام وغیرہ۔

قال المحشی ابو عبداللہ علوش: وهی مشهورة جدًا عند اصحاب السیر والتراجم۔ اب پڑھیے نعت خوانی پر انعام عطا فرمانے کی تیسری مثال

امام شرف الدین بوصیری علیہ الرحمۃ کو نعت خوانی پر انعام:

امام محبت تاجدار نبوت حضرت علامہ شرف الدین بوصیری (۶۹۴ھ م) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سخت قسم کے مرض فالج میں مبتلا ہوئے۔ عاجزی ولاچاری کے عالم میں سب سے مایوس ہو کر ذکر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ بنانے کی غرض سے اسی حالت میں استغاثہ پر مبنی دوسو باسٹھ 262 اشعار پر مشتمل ایک مبسوط قصیدہ نظم فرمایا۔ بالفاظ دیگر نعت شریف مرتب فرمائی اور بے حد گریہ زاری کی۔ جس کے بعد خواب میں دیکھا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل سجی ہے۔ حاضر ہو کر دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔ ارشاد ہوا، وہ قصیدہ سناؤ۔ تعمیل ارشاد کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جسم کے متاثرہ حصہ پر اپنا دست مبارک پھیر دیا اور ساتھ ہی انعام میں انہیں چادر بھی عنایت فرمائی۔ جاگے تو بیماری کافور ہو چکی تھی اور چادر مبارک ان پر موجود تھی جس پر انہیں بے انتہا خوشی ہوئی۔

چونکہ چادر کو عربی میں "بردہ" کہتے ہیں اس لئے اس نعت کے صلہ میں اس کے ملنے کی بنا پر یہ نعتیہ کلام "قصیدہ بردہ" شریف کے نام سے معروف ہوا۔

ملاحظہ ہو (کشف الظنون ج ۲ ص ۱۳۳۲ مؤلفہ علامہ کاتب چلپی المعروف حاجی خلیفہ حنفی ۱۰۶۷ھ م)

حیث نقل: "فالقی علیہ الصلوٰۃ والسلام بردا علی عاتقیہ ومسح بیدہ فلما استیقظ وجد بدنہ صحیحا کلہ ووجد ذلک البرد علی عاتقیہ ففرح بہ" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سماع قصیدہ فرماتے ہوئے ان کے دونوں کندھوں پر چادر ڈال دی اور جسم کے ماؤف حصہ اپنا ہاتھ مبارک پھیر دیا۔ بیدار ہونے پر انہوں نے خود کو مکمل صحتیاب اور چادر کو اپنے کندھوں پر موجود پایا جس کی انہیں بے پناہ خوشی ہوئی۔

نیز ملاحظہ ہو (تقدیم الفردہ فی شرح البردہ ۳۶ بحوالہ علامہ کتبی، علامہ مقریزی، علامہ ابن تغری بردی اور علامہ سعادو غیرھم)

الفاظ یہ ہیں: "ونام فرأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی منامہ وکأنہ مسح بیدہ المقدسۃ علی ما بہ من الوجع ثم القی علیہ بردۃ فانتبہ وقد عوفی مما بہ من فورہ" (ترجمہ نحو ما تقدم)

خلاصۂ استدلال وبیان فوائد کثیرہ:

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ نعت خواں کو نذرانہ دینا خصوصاً جب کہ وہ دینے والے کی طرف سے از خود ہو، سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ اور مشائخ کرام کا معمول ہے۔

اقول: ہم نے بے شمار اکابر دین ومسلک کو اسی پر پایا ہے جس کی ایک عمدہ مثال یہ ہے کہ امام اہل سنت ضیغم اسلام غزالئ زماں، رازئ دوراں سیدنا ومرشدنا السید السند الشریف الکاظمی القاظمی قدس سرہ السامی پوری زندگی جامعہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان کا سالانہ جلسہ کراتے رہے جو تین دن رات کا ہوتا اور زمانہ قبل از تشکیل پاکستان سے

۱۹۸۶ء (آپ کی وفات) تک جاری رہا اور تا حال جاری ہے۔

آپ اس میں ہندو پاک سے معروف نعت خوانوں کو باقاعدہ مدعو فرماتے، اشتہار میں ان کے نام دیتے۔ انہیں کرایہ اور نذرانوں سے نوازتے جو ہر سال ہزاروں علماء ومشائخ اہل سنت کے نوٹس میں آتا رہا جیسے شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند، حضرت صدر الافاضل، حضرت مولانا حشمت علی خان، حضرت محدث کچھوچھوی، حضرت فقیہ اعظم بصیر پوری وغیرھم رحمہم اللہ اجمعین لیکن کسی نے بھی اس پر نکیر نہ فرمایا جو اجماع کی علامت ہے۔

چنانچہ امام جلال الملۃ والدین السیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسئلہ ایصال ثواب کے حوالہ سے فرماتے ہیں: مسلمان ہر دور میں جمع ہو کر کسی نکیر کے بغیر اجتماعی صورت میں قرآن شریف پڑھ کر اس کا ثواب اپنے اموات کو ہدیہ کرتے چلے آئے ہیں۔ اس کے بعد لکھا ہے: "فکان اجماعا" جو اس پر اجماع ہونے کی دلیل ہے۔
ملاحظہ ہو (شرح الصدور عربی طبع مصر و پاک)

بعض ذرائع سے یہ روایت پہنچی ہے کہ معروف ثناء خواں محمد اعظم چشتی مرحوم نے حضرت محدث جلیل مولانا علامہ سردار احمد صاحب چشتی صابری قادری رضوی علیہ الرحمۃ سے اپنی تنگئ معاش کا تذکرہ کیا تو انہوں نے ثناء خواں موصوف کو نعت خوانی پر لگایا جس کے بعد وہ بہت خوشحال ہو گئے (فلیحقق)

بر تقدیر صحت ھذا یہ بھی مانحن فیہ کی مؤید ہے ورنہ مثال اول ہر حوالہ سے اکمل ہے (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر علماء اہل سنت کا اس سلسلہ کا مفصل فتویٰ آخر بحث میں عنقریب آرہا ہے)

اب پڑھیے پیش کردہ روایات بالا کے کچھ فوائد جو حسب ذیل ہیں۔

☆ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے بالخصوص حضرت حسان، حضرت مالک بن عوف اور حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنھم نے یہ نعتیں بھرے مجمعوں میں بھی پڑھیں جو اعلیٰ سطح پہ محفل نعت کے جواز کی اصل ہے۔

☆ مسجد نبوی شریف میں بھی پیش کیں جس پر انعام بھی انہیں مسجد میں عطا فرمایا گیا لہٰذا اس سے سب کے بالخصوص مسجد میں ہونے کا جواز واستحباب ثابت ہوا۔

☆ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدر مجلس تھے اور اکابر واصاغر صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم سامعین، لہٰذا ایسی محفل کی سرپرستی کرنا اور اس میں شریک ہونا بھی سب مسنون ہوا۔

☆ نیز انہوں نے یہ نعتیں حضور کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے پڑھیں آخر الذکر دو صحابۂ کرام نے ناراضی دور کرنے کی غرض سے پیش کیں جس میں وہ سرخرو ہوئے لہٰذا یہ عمل حضور کو راضی اور خوش کرنے کا عظیم ذریعہ ہو کر بھی مطلوب ومحبوب قرار پایا۔

☆ حضرت مالک وحضرت کعب رضی اللہ عنھما نے یہ کام دولت ایمان کے حاصل ہونے کے مواقع پر سرانجام دیا جو یقیناً خوشی کے مواقع تھے لہٰذا خوشی کے موقعوں (جیسے شادی بیاہ اور دستار فضیلت علمیہ وغیرہ) پر محفل نعت کا منعقد کرنا جائز بلکہ مستحب ومسنون ہوا۔

☆ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نعت خواں کو جو انعام دیئے وہ سادہ طریقہ سے بھی تھے اور پرجوش طریقہ سے انعام کی چیز کو نعت خواں پر پھینک کر بھی

تھے۔ لہٰذا یہ نعت خواں پر نوٹ وغیرہ کے نچھاور کرنے کے جواز کی بھی اصل ہوا لیکن محظور شرعی سے پاک ہونا بہرحال ملحوظ ومشروط ہے مثلاً نوٹ پر آیت کریمہ، حدیث شریف، کلمہ طیبہ یا کوئی مقدس نام تحریر ہو تو اب ان کا جانتے ہوئے بالقصد پھینکنا محض خلاف ادب ہونے کی بناء پر ممنوع ہوگا جس کی نعت خواں سے بھی کوئی تخصیص نہیں ہے کسی پر بھی نچھاور کرنے کا یہی حکم ہوگا۔

نوٹ: یہ واضح رہے کہ جامعہ نعیمیہ کراچی کے شیخ الحدیث تبیان القرآن، نعمۃ الباری اور شرح صحیح مسلم کے مصنف علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی ویڈیوز احباب کے پاس محفوظ ہیں جن میں یہ امر صاف واضح ہے کہ جامعہ نعیمیہ میں ہی انکی صدارت میں منعقد کی گئی بعض محافل میں نہ صرف یہ کہ انکی موجودگی میں نعت خوانوں پر پیسے نچھاور کیئے جا رہے ہیں۔ بلکہ خود انہوں نے بھی اپنی جیب سے پیسے نکال کر بعض شرکاء محفل کو دیئے اور اسے حکم دیا کہ وہ نعت خوانوں پر پیسے نچھاور کرے۔ جسکی تعمیل کی گئی۔

اب اس پر تبصرہ نگار موصوف کیا اظہار خیال اور کیا خامہ فرسائی فرمائیں گے۔ کیا وہ ان پر بھی ڈومنیوں والا حکم صادر فرمائیں گے؟

☆ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر مبارک بھی یقیناً متبرک اور واجب التعظیم ہے لیکن وہ حضور نے خود پھینکی کسی صحابی نے نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا حق معاف فرما دینے کا اختیار ہے ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق کسی کو معاف کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔

اسی طرح اس کے دیگر جملہ آداب کا خیال رکھنا نیز شرعی خرابی سے اجتناب

کرنا بھی لازم ہے اور ہمیشہ ہر جگہ ملحوظ ہے نہ کہ صرف محفل نعت خوانی میں جبکہ شرعاً کسی ناجائز امر کا کوئی بھی حامی یا روادار نہیں ہے۔

☆ ان آداب بلکہ لازمی امور کا یہ بھی حصہ ہے کہ پیش کیا جانے والا کلام خلاف شرع نہ ہو اور یہ بھی کچھ نعت خوانوں سے خاص نہیں مقررین وخطباء اور بیان کرنے والے بھی سب اس کے پابند ہیں۔

چنانچہ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ابھی باحوالہ گزرا ہے کہ انہوں نے جو کلام پیش کیا اس کے ایک شعر میں دو جگہ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصلاح فرمائی۔ انہوں نے کہا "ان الرسول لنار" فرمایا "لنور" کہو۔ نیز انہوں نے "سیف من سیوف الھند" پڑھا تو آپ نے فرمایا "من سیوف اللہ" پڑھو لہٰذا ان پڑھ قسم کے نعت خوانوں کو چاہیئے کہ جو کلام پیش کرنا ہو کسی جید سنی اھل علم کو سنا کر پہلے تسلی کر لیا کریں کہ اس میں کوئی خرابی تو نہیں۔

☆ مقام غور ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعت شریف میں کی جانے والی غلطی کی اصلاح فرمانے پر ہی اکتفا فرمایا، نعت خوانی یا نعت خواں پر پابندی عائد فرماتے ہوئے یہ نہیں فرمایا کہ آئندہ نہ نعت ہو نہ نعت خواں، بالفاظ دیگر یہ فرمایا کہ آئندہ یوں پڑھو، یہ نہیں فرمایا کہ آئندہ نعت ہی نہیں پڑھنی۔

لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے عشاق اور دین ومسلک کے صحیح خدام کا بھی یہی فرض ہوا کہ وہ اس موقع پر بھی سنت نبویہ ہی کے جھنڈے بلند کریں اور وہی کریں جو سرکار نے کیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اس کے برخلاف اقدام سے کلی پرہیز کریں۔ ویسے بھی اس مسئلہ میں غیر محتاط انداز اور جارحانہ طریقہ سے روکنا خود اپنی

حیثیت کو مشکوک بناتا ہے۔

وجہ یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت خوانی کا قائل وفاعل ہونا خالص اہل سنت وجماعت کا شعار اور اس کے برخلاف ہونا مبتدعین واھل تنقیص کی خصوصی نشانی شمار ہوتا ہے۔

بناءً علیہ علماء اھل سنت پر لازم ہے کہ اس میں (بلکہ دیگر تمام معمولات اہل سنت میں) آنے والی کمزوری یا غلطی کا ایسے انداز سے ازالہ فرمائیں کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثناء خوانی وغیرہ کے خلاف مہم چلائی جارہی ہے اور جس سے سنی عوام پریشان ہوں اور اغیار کو ناجائز فائدہ اٹھانے کا موقع ملے ورنہ معاملہ ہاتھ سے نکل جانے کے بعد تصفیہ بھی مشکل ہو جاتا ہے جس کی زمانہ قدیم کی ایک واضح مثال مولانا تاج الدین فاکہانی مالکی بھی ہیں جو صحیح العقیدہ سنی عالم تھے لیکن اس زمانہ کی محافل میلاد شریف میں عوام کی طرف سے داخل ہو جانے والے بعض منکرات کا ایسے طریقے سے رد کیا کہ عوام کو اشتباہ ہونے لگا کہ یہ ان قابل اعتراض امور کا رد کیا جارہا ہے یا خود محفل نعت شریف میں ہونے والے ذکر مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔

اس لئے عوام میں آج تک انہیں شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جو عظمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کا تقاضا بھی ہے۔

نیز حدیث میں ہے "ایاک و مواضع التھم" تہمت کی جگہوں سے بچو۔

نیز "ایاک و مایعتذر منہ" ایسے اقدامات سے بھی باز رہو جن میں اپنی صفائیاں دینی پڑیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضیات پر صحیح معنوں میں عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اجمعین

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت اور دیگر علماء اہل سنت کا فتویٰ مبارکہ:۔

اب ملاحظہ کیجئے مہر تصدیق کے طور پر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اس سلسلہ کا جامع فتویٰ مع تائید بعض دیگر علماء اہل سنت۔

چنانچہ رجب ۱۳۳۴ھ میں محمد رضا خان شاہ جہاں پوری مرحوم نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے استفسار کیا "علماء جو وعظ مساجد جامعہ یا غیر جامعہ میں کہتے ہیں اور حاضرین کو پند ونصائح سناتے ہیں اور وہ ان کی خدمت وتواضع نقود وغیرہ سے کرتے ہیں۔ یہ آمدنی ان کو جائز ہے یا ناجائز؟

اور بعض حمد ونعت پڑھتے ہیں اور سامعین ان کی خدمت گزاری نقد وجنس سے کرتے ہیں، یہ امر مساجد وغیر مساجد میں مباح ودرست ہے یا نہیں؟ اور یہ آمدنی ان کے واسطے درجہ جواز میں ہے یا عدم جواز میں؟ یہ لوگ ما تحت آیہ کریمہ "اولئک الذین اشترو ا الحیوۃ الدنیا بالآخرۃ" کے داخل ہے یا خارج؟

آپ نے اس کے جواب میں ارقام فرمایا:

"اس میں تین صورتیں ہیں۔ اگر تو وعظ کہنے اور حمد ونعت پڑھنے سے مقصود یہی ہے کہ لوگوں سے کچھ مال حاصل کریں تو بے شک آیت کریمہ کے تحت میں داخل ہیں اور حکم "ولاتشترو االثمنا قلیلا" کے مخالف۔

وہ آمدنی ان کے حق میں خبیث ہے خصوصا جب کہ ایسے حاجت مند نہ ہوں

جن کو سوال کی اجازت ہے کہ اب تو بے ضرورت، سوال، دوسرا حرام ہوگا اور آمدنی خبیث تر وحرام مثل غصب ہے

عالمگیریہ میں ہے: ما جمع السائل بالتکدی فھو خبیث

دوسرے یہ کہ وعظ وحمد ان کا مقصود محض اللہ ہے اور مسلمان بطور خود ان کی خدمت کریں تو یہ جائز ہے اور وہ مال حلال ہے۔

تیسرے یہ کہ وعظ سے مقصود تو اللہ ہی ہو مگر وہ حاجت مند اور عادۃً معلوم ہے کہ لوگ خدمت کریں گے اس خدمت کی طمع بھی ساتھ لگی ہوئی ہے۔

تو اگرچہ صورت دوم کی مثل محمود نہیں مگر صورت دوم کے مثل، محمود نہیں مگر صورت اُولیٰ کی طرح مذموم بھی نہیں جسے درمختار میں فرمایا: "الوعظ لجمع المال من ضلالۃ الیھود والنصاری" مال جمع کرنے کے لئے وعظ کہنا یہود ونصاری کی گمراہیوں سے ہے۔

یہ تیسری صورت بین بین ہے اور دوم سے بہ نسبت اول کے قریب تر ہے جس طرح حج کو جائے اور تجارت کا کچھ مال بھی ساتھ لے جائے جسے "لیس علیکم جناح ان تبتغو افضلا من ربکم" فرمایا۔

لہٰذا فتویٰ اس کے جواز پر ہے۔

افتی بہ الفقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ کما فی الخانیۃ والھندیۃ وغیرھما والذی ذکرتہ توفیق بین القولین و باللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم "اھ

ملاحظہ ہو (فتاوی رضویہ شریف جلد دہم کامل ص ۲۱۵، ۲۱۶ طبع ادارہ

تصنیفات امام احمد رضا کراچی)

☆ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ''خالص اھل سنت کی ایک قوت اجتماعی کی ضرور ضرورت ہے مگر اس کے لئے تین چیزوں کی سخت حاجت ہے۔ 1 علماء کا اتفاق .2 تحمل شاق قدر بالطاق 3۔ امراء کا انفاق

یہاں یہ سب مفقود ہیں (الی) بڑی کمی امراء کی بے توجہی اور روپے کی ناداری ہے۔

حدیث کا ارشاد صادق آیا کہ ''وہ زمانہ آنے والا ہے کہ دین کا کام بھی بے روپیہ کے نہ چلے گا۔

ملاحظہ ہو (فتاوی رضویہ ج ۱۲ ص ۱۳۲، ۱۳۳ طبع قدیم)

☆ حضرت مصنف بہار شریعت صدر الشریعۃ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ ارشد فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمۃ سے محمد عبد الوارث اشرفی آف گورکھپور نے سوال کیا کہ:

''جو لوگ وعظ کہنے یا نعت شریف پڑھنے کے لئے جلسوں میں جاتے ہیں اور روپے پاتے ہیں تو یہ آمدنی ان کے لئے جائز ہے یا نہیں؟''

تو حضرت موصوف نے اس کے جواب میں امام اھل سنت اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے منقولہ بالا فتوی مبارکہ کے نقل کرنے پر اکتفاء فرمایا جس کا مطلب اس سے کامل اتفاق کرنا ہے۔

ملاحظہ ہو (فتاوی فیض الرسول ج سوم ص ۲۴۳، ۲۴۴ طبع شبیر برادرز لاہور)

نوٹ: فتاوی ھذا پر حضرت صدر الشریعۃ کے تلمیذ شارح بخاری علامہ شریف الحق

امجدی علیہ الرحمۃ صدر شعبہ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی تقریظ وتصدیق کے علاوہ حسب ذیل متعدد علماء وفضلاء اھل سنت کی مختلف انواع کی تائیدات ثبت ہیں۔

انمی مولانا ابرار احمد امجدی ابن فقیہ ملت، مولانا شمس الحق قادری، مولانا عبد الحئی قادری، مولانا قاری رضی الدین احمد، مولانا انوار احمد قادری (اساتذہ دار العلوم امجدیہ اوجھا گنج) نیز مولانا مفتی محمد نسیم نائب مفتی واستاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔ نیز علامہ محمد منشا تابش قصوری (جامعہ نظامیہ لاہور)

ملاحظہ ہو (فتاوی فیض الرسول ج ۳ ص ۱، ۲، ۴، ۱۰ تا ۱۵ نیز ۱۱، ۱۶، ۲۱ طبع مذکور)

ہدایت: مسئلہ ھذا کی بعض شقوق کے لئے ذہن نشین کرنے کے بعض دیگر حوالہ جات حسب ذیل ہیں:

☆ صحیح بخاری عربی ج ۲ ص ۸۵۴ حدیث نبوی علی صاحبھا الصلوۃ والسلام ''ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ''

☆ نیز ج ۳ ص ۱۶۱ باب رزق الحاکم و العاملین علیھا و کان شریح یأخذ علی القضاء اجرا وقالت عائشۃ یاکل الوصی بقدر عمالتہ واکل ابوبکر و عمر

مع حاشیہ ص ۸، ذھب الجمھور من اھل العلم من الصحابۃ وغیرھم ۔الخ

تاریخ الخلفاء عربی ص ۱۶۴، فصل فی اولیات عثمان رضی اللہ عنہ قال العسکری فی الاوائل (الی) ''واول من رزق المؤذنین''

مجموعہ رسائل امام ابن عابدین ج ۱ ص ۱۳، ص ۱۴، مسئلہ استیجار

بتعلیم القرآن وتلاوتہ ۔فتاویٰ امجدیہ ج ۳، ص ۲۷۴، ص ۲۷۸، اجرت پر امامت وتعلیم قرآن (طبع امجدیہ کراچی)

نعت خواں پر "شارح دین" ہونے کی چوٹ کا جواب:۔

مجیب فاضل فرماتے ہیں: "یہ اجازت نہیں دی جاسکتی کہ نعت خواں دین کے شارح بن کر سامنے آئیں۔" "یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ ان نازک مسائل پر بات کریں اور بعض واقعات کو اپنے مفاد میں استعمال کریں۔ (ملخصاً بلفظہ) ملاحظہ ہو (تبصرہ ۲)

اقول:

جواب1: یعنی صرف نعت خواں کو اس کی اجازت نہیں باقی سب کے لئے اجازت عام اور کھلی چھٹی ہے جو کریں انہیں ساتوں خون معاف ہیں ورنہ نعت خواں کی تخصیص کیوں؟ اور کیا مقید کا تقیید پر ہونا، اصول نہیں؟

جواب2: پھر "نعت خواں دین کے شارح" الخ کے الفاظ سے انہوں نے نعت خوانی کا دین ہونا مان لیا ہے کیوں کہ نعت خواں، اگر تشریح کرے گا تو نعتیہ اشعار ہی کی کرے گا۔ بناءً علیہ موصوف نے نعت خوانی کا رد لکھ کر گویا دین اور اہل دین کا رد کیا ہے یا پھر غیر دین کو دین بنا دیا ہے۔ بہر صورت ان کا دامن وزنی پتھر کے نیچے دب چکا ہے۔

اگر وہ کہیں کہ نفس نعت خوانی کو وہ عبادت اور دین اور ایمان سمجھتے ہیں انہیں اعتراض ہے تو محض نعت پڑھنے والوں اور ان کے طریق کار پر ہے جیسا کہ برطانیہ میں کی گئی اپنی ایک تقریر میں موصوف نے کہا ہے جو انٹرنیٹ پر موجود ہے۔ تو یہ طرز

وہابیہ کی پیروی بالفاظ دیگر انہی کی بولی ہے کیوں کہ وہ بھی معمولات اہل سنت کا رد اسی طریقہ سے کرتے ہیں کہ نفس ذکر ولادت تو ٹھیک ہے البتہ سنی بریلوی جو میلاد مناتے ہیں وہ بدعت ہے اسی طرح نفس دعا عبادت اور نفس ایصال ثواب جائز ہے لیکن جس طریقہ سے اہل سنت کرتے ہیں وہ ناجائز اور غلط ہے۔

اسی طرح دور حاضر میں بے دین طبقہ بھی اسی طرز پر بولتے ہوئے شعائر دین پر یوں کلام کر رہا ہے کہ علماء ایسے ہیں ویسے ہیں اور مولوی یوں ہیں توں ہیں حالاں کہ ان کا اصل ہدف شعائر اسلامیہ ہی ہیں انہیں معلوم ہے کہ براہ راست دین پر چوٹ کرنا انہیں کسی طرح مفید نہیں مجیب فاضل بھی اسی ڈگر پر چل پڑے ہیں اگرچہ نادانستہ ہی سہی۔ جس پر اپنی اصلاح کرتے ہوئے صحیح طریقہ کار کو اپنانا ان پر لازم ہے واللہ الموفق۔

جواب3: نیز کیا اشعار کا مطلب بیان کرنے کے لئے بھی درس نظامی کا کورس کرنا لازم ہے جب کہ بہت سے کورس کرنے والے ایسے بھی تو ہیں جنہیں اس کی صلاحیت نہیں ہوتی تو اس شرط کا کیا فائدہ ہوا؟

نیز جب کہ درس نظامی کا دور حاضر میں وہ معیار نہیں جو زمانہ قدیم میں تھا کہ گزشتہ ادوار میں ہر کتاب مکمل اور غواصی کے ساتھ پڑھی پڑھائی جاتی تھی اس طرح سے تکمیل میں بیس تیس سال بھی لگ جاتے تھے۔ اب کثرت مشاغل وعوائق کی وجہ سے اتنا ٹائم کسی کے پاس نہیں لہٰذا اب صرف کتاب سمجھنے کی صلاحیت کے آجانے کی حد تک پڑھا پڑھایا جاتا ہے۔

نیز اگر یہ شرط درست ہے تو "بلغوا عنی ولو آیۃ" پر ہر مسلمان کیسے عمل کر

سکتا ہے؟

نیز ہر ہر مسئلہ کے لئے ایک ہی معیار ہے تو اجتہاد میں تجزی ہونے نہ ہونے کی بحث کا مصرف کیا ہوگا؟

نیز مبلغین دعوت اسلامی کا کیا بنے گا، کیا ان پر بھی مطلقاً پابندی عائد کر کے دشمن اھل سنت تبلیغیوں کے لئے میدان خالی کرا دیا جائے گا؟

جواب 4:۔ علماء اھل سنت بھی تو لغت کے وسیع مفہوم کے حوالہ سے ایک معنی میں یعنی بمعنی الاعم نعت خواں ہیں جیسا کہ حضرت شیر خدا مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اس ارشاد سے بھی ظاہر ہے: "یقول ناعتہ لم ار قبلہ ولا بعدہ مثلہ صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت کرنے والا الغرض کہہ کر سو کی ایک بات کرتے ہوئے یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ تمام اولین وآخرین میں میں نے آپ جیسا کہیں کبھی کوئی نہیں دیکھا (شمائل ترمذی، ص ۲ طبع کراچی)

لہٰذا یوں کہنا صحیح تھا کہ کسی مسئلہ میں صحیح علم ہونے کے بغیر کسی کو لب کشائی کی اجازت نہیں دی جاسکتی کیوں کہ ہر شخص کو ہر ہر امر کا علم حاصل کرنا عینی فرض نہیں بلکہ محض اتنا کا حاصل کرنا ضروری ہے جس سے اس کو واسطہ پڑتا ہو پس نعتیہ اشعار کی تشریح کی اجازت بھی صرف اسی نعت خواں کو دی جاسکتی ہے جس کو ان کے مفہوم کا صحیح علم ہو۔

چنانچہ مشہور عالم حدیث صحیح میں ہے، ارشاد فرمایا: "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم"

اس میں الف لام عہدی ہے معنی ہوگا کہ ضرورت کے مسائل کا علم حاصل

کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

ملاحظہ ہو (الجامع الصغیر ج ۳ ص ۵۲، بحوالہ ابن ماجہ وغیرہ عن انس رضی اللہ عنہ)

ذکر والی نعت کے حوالہ سے اعتراض کا جواب:۔

ثناء خواں مذکور پر آخری اعتراض کرتے ہوئے مجیب فاضل نے لکھا ہے:۔

"ایک آفت یہ ہے کہ زیر بحث نعت خواں عقل کل بن گئے ہیں پہلے شعر پڑھتے پھر اس کی تشریح اس کے بعد تقریر فرماتے ہیں۔ دائیں بائیں ہم تو ابتدا کر اللہ تعالی کے اسم جلالت کو نعت کے تابع رکھ کر موسیقی کی جگہ استعمال کرتے تھے۔ علماء کے دباؤ کے بعد اس سے دست بردار ہوئے۔ لاہور اور شیخوپورہ کے سالانہ جلسے میں باقاعدہ اس سے رجوع کا اعلان کیا لیکن رسی جل جاتی ہے مگر بل نہیں جاتا۔" (تبصرہ ص ۳،۴)

اقول: آفت کو ثابت کرنے کیلئے عقل کل ہونے کی ایسی عجیب دلیل پیش فرمائی ہے جو بذات خود "آفت" ہے۔ سبحان اللہ! شعر پڑھنے کے بعد جو بھی تشریح پھر تقریر کرے وہ "عقل کل" ہے۔ تشریح و تقریر میں مغایرت رکھنا بھی مزید اس میں نکھار لا رہا ہے۔

تشریح کب درست اور کب نادرست ہوتی ہے؟ اس کی تفصیل ابھی گزری ہے۔

پیش نظر امر میں جو بنیادی نقطہ بحث ہے، یہ ہے کہ مجیب فاضل کے لفظوں میں "زیر بحث عقل کل نعت خواں" کی غلطی کیا ہے؟

ہوتی تو بیان فرماتے۔ جب غلطی نہیں ہے تو خواہ مخواہ ان کے پیچھے پڑ جانے کا جواز کیا ہے؟

پھر جب خود فرماتے ہیں کہ انہوں نے ذکر والی نعت پڑھنے سے رجوع کر لیا تھا؟

تو اولاً: اس کی ممانعت کی وجہ شرعی بھی بیان کی ہوتی اور دلیل بھی تا کہ اس پر غور کیا جاتا؟ نعتیہ کلام سنکر سامعین وحاضرین کا مل کر سبحان اللہ وغیرہ کے الفاظ کہنا بھی تو ذکر والی نعت کی صورت بن جاتا ہے تو کیا سبحان اللہ کہنا بھی نا جائز ہو جائے گا؟ تو۔ سبحن اللہ!

ثانیاً: اگر یہ مطلقاً منع ہے تو ان نصوص شرعیہ (آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ) سے کیا جواب ہے جو تمام اوقات اور ہر حال میں ذکر الٰہی کے مطلوب ومحبوب ہونے کی مقتضی ہیں جیسے "فاذکرو اللہ قیاماً و قعوداًوعلی جنوبکم" نیز "اذکر واللہ ذکراً کثیراً"

یعنی کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حال میں اللہ کا کثرت سے ذکر کرو اسی میں بڑی کامیابی (پ ۵، النساء آیت ۱۰۳، پ ۲۸ الجمعہ آیت ۱۰، وغیرھا)

ثالثاً: اصحاب سلسلہ عالیہ حذادیہ جو ہتھوڑے کی دھمک پر ذکر کرتے ہیں نیز بے شمار اکابر (سلفاً خلفاً) جو دف وغیرہ پر نعتیہ اور منقبیہ کلام کو جائز و مستحسن سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں ان کا حکم کیا ہوگا؟

رابعاً: بر تقدیر تسلیم انہوں نے جب توبہ کر لی اور "مجمع عام میں باقاعدہ اس سے رجوع کا اعلان کیا" تو یہ اقدام لائق ستائش ہے یا قابل مذمت؟

پھر جب اللہ ورسول (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی توبہ کو پسند فرماتے اور قبول فرما کر بندے کو معاف فرما دیتے ہیں تو سنت الٰہیہ اور طریقہ محمدیہ کیا ہوا؟ پسند

کرتے ہوئے معاف کر دینا یا "رسی جل جاتی ہے مگر بل نہیں جاتا" کی صورت بن کر "التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ" کے مصداق شخص کا تعاقب کر کے اس کا جینا دوبھر اور زندگی اجیرن کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دینا؟ اور کیا قیامت صرف پڑھنے والوں پر قائم ہوگی اور باز پرس صرف انہیں سے ہوگی، لکھنے والے اور فتویٰ لگانے والے اس سے مستثنیٰ ہیں اور ان کو مکمل چھوٹ اور سب کچھ پیشگی معاف ہے؟

"قال اللہ تعالی کل الینا رجعون" وقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلکم راع و کلکم مسئول" "وقال واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس بما کسبت وھم لا یظلمون"

انٹرنیٹ پر چھوڑے گئے ایک سوال کا جواب:

آج کل انٹرنیٹ پر ثناء خواں مذکور سمیت متعدد معروف نعت خوانوں کی تصاویر لگا کر ان کے بارے میں ایک سوال عام کیا گیا ہے (جو عین ممکن ہے کہ مجیب فاضل کے حلقۂ اثر کی جانب سے چھوڑا گیا ہو یا مغالطہ دہی سے کام لیتے ہوئے اغیار کی کارستانی کا نتیجہ ہو) جو بھی ہے اسکی تفصیل مع الجواب حسب ذیل ہے:

عبارت سوال: "آپ نے کبھی سوچا ان افراد سے آپ نے کیا سیکھا: عشق رسول ؟ عقائد اہل سنت ؟ فقہی مسائل؟ قرآن و حدیث ؟ تصوف؟ اخلاقیات؟ یا پارٹ ٹائم سنیت؟

اقول:

اوّلاً: حرف "یا" (جسے عربی میں اَوْ سے تعبیر کیا جاتا ہے) اس وقت بولا جاتا ہے جہاں دو یا کئی چیزوں میں تضاد اور تنافی ہو جیسے اس وقت دن ہے یا رات، سردی ہے یا گرمی، روشنی ہے یا تاریکی، خوشی ہے یا غمی وغیرہ وغیرہ۔

پس اس سائل فاضل نے اپنے پیش نظر سوال میں عشق رسول، عقائد اہل سنت، سنیت اور قرآن وحدیث میں جو تضاد ہونا ظاہر کیا ہے وہ اس کی کمال علیت کا منہ بولتا ثبوت ہے اور یہ بالکل ایسے ہے جیسے "علمائے وہابیہ" اپنے وفور علم کا مظاہرہ کرتے ہوئے اہل سنت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق آئے دن یہ سوال کرتے رہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور ہیں یا بشر؟

جس کا ایک بنیادی جواب اہل سنت کی طرف سے یہی دیا جاتا ہے کہ نور بشر ایک دوسرے کی ضد نہیں ہیں کہ جمع نہ ہو سکیں کیونکہ نور کی ضد ظلمت ہے بشر نہیں اور بشر کی ضد دیگر انواع خلق ہیں جیسے جن وغیرہ نور اس کی ضد نہیں کما قال "وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرَ" اور بے شمار دلائل وحقائق اس پر موجود ہیں کہ نورانیت بشریت کا اجتماع ممکن ہی نہیں واقع ہے۔ جبریل علیہ السلام نوری ہیں حضرت مریم کے پاس مکمل انسان کی صورت میں تشریف لائے قال تعالیٰ "فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا"

حدیث جبریل علیہ السلام میں ہے حضرت فاروق اعظم نے جبریل علیہ السلام کے متعلق فرمایا: "طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ" کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں انتہائی سفید کپڑے پہنے ایک مرد کی شکل میں حاضر ہوئے جن کے سر اور داڑھی کے بال سخت سیاہ تھے (صحیح بخاری صحیح مسلم، مشکوۃ ص ۳)

ہم انسان ہیں ہماری آنکھوں میں نور بصارت اور کانوں میں نور سماعت ہے جگنو خاکی ہے اس میں نور حسی بھی موجود ہے وغیرہ وغیرہ۔ الغرض یہ سوال ہی بے علمانہ ہے۔

ثانیاً:

گزشتہ صفحات میں "نعت خوانی کے مطلوب شرع ہونے کے دلائل" کے زیر عنوان متعدد دلائل اور کئی اکابر اہل سنت کی تصریحات سے تفصیل کے ساتھ با حوالہ گزر چکا ہے کہ نعت خوانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے اجاگر کرنے کے اسباب سے ہے جن میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت بھی شامل ہیں لہٰذا اس سائل

فاضل کا اپنے پیش نظر سوال میں ''عشق رسول'' کو سرفہرست اور سب سے اول رکھ کر یہ تاثر دینا کہ نعت شریف پڑھنا، سننا ''عشق رسول'' کے منافی ہے خود اس کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معرّا اور خالی ہونے کی دلیل ہے۔

سائل نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نام پاک کے ساتھ درود وسلام کے الفاظ بھی نہیں لکھے شاید یہ ''عشق رسول'' ہوگا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

سچ ہے ''خدا جب دین لیتا ہے تو عقل چھین لیتا ہے''

رہا نعت خوانی سے عقائد اہلسنت اور قرآن وحدیث اور مسائل کے حاصل ہونے کا سوال؟

تو جواباً عرض ہے کہ نعتیہ کلام اگر ذی علم حضرات اور عرفاء کا ہو تو اس سے حسب موقع سب کچھ حاصل ہوتا ہے۔ جس کے ابلاغ کے مؤثر ذرائع میں سے ایک نعت خوانی بھی ہے۔ کیونکہ طبائع منظوم کلام سے بہت راغب اور مانوس ہوتی ہیں نیز نظم کو یاد کرنا بھی بہت آسان ہوتا ہے بناء علیہ بہت سی درسی کتب کو بھی علماء نے منظوم فرمایا تاکہ طلبہ کیلئے یاد کرنا سہل ہو۔ جبکہ خصوصیت کے ساتھ ثناء خوان موصوف کے متعلق مشہور ہے کہ وہ تو معیاری کلام ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور عموماً امام اہلسنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کلام پیش کرتے ہیں جبکہ آپ کا کلام قرآن وحدیث اور دیگر دلائل شرعیہ وتعلیمات سلف کا نچوڑ ہے۔ امور متفرقہ کی نعتیہ کلام سے بعض امثلہ ملاحظہ ہوں۔

ترجمانیِ قرآن وحدیث کی مثال:۔

اعلیٰ حضرت کا مشہور نعتیہ شعر ہے۔

ذکر خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو — واللہ ذکر حق نہیں کنجی سقر کی ہے

یہ شعر ایک حدیث قدسی کے مضمون پر مبنی ہے۔ چنانچہ آیت کریمہ ''ورفعنالک ذکرک'' کے تحت امام جلال الملۃ والدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الدرالمنثور'' اور دیگر علماء اسلام نے اپنی متعدد کتب میں ایک حدیث قدسی نقل فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا۔ (مَنْ ذَکَرَنِیْ وَلَمْ یَذْکُرْکَ فَلَیْسَ لَہٗ فِی الْجَنَّۃِ نَصِیْب) ''یعنی جو شخص میرا ذکر تو کرے لیکن محبوب! تیرا ذکر نہ کرے، جنت میں اسکا کوئی حصہ نہیں۔

اقول: جنت میں حصہ نہ ہونے کا واضح مطلب یہ ہے کہ وہ جہنمی ہے جسے میرا ذکر بھی جنت میں نہیں لے جائے گا۔ تو معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت کا کلام مبنی بر کلام ملک علام وکلام سید الانام ہے علیہ الصلوۃ والسلام۔

جسکی مزید وضاحت خود اعلیٰ حضرت کے تحدیث نعمت پر مبنی اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ — بے جا سے ہے المنۃ للہ محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی — یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

ملاحظہ ہو۔ (حدائق بخشش جلد ۲ صفحہ ۸۱ طبع فرید بکسٹال لاہور)

نعتیہ کلام میں عقائد اہل سنت کے بیان کی مثالیں:

حفظ مراتب کے ساتھ توحید ورسالت کا بیان۔

حسب ذیل نعتیہ اشعار میں حفظ مراتب کے ساتھ شان توحید و رسالت کا بیان ہے۔

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشیں ہوئے

وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جسکا مکاں نہیں

(حدائق جلد ا صفحہ ۳۹ طبع فرید لاہور)

ممکن میں یہ قدرت کہاں، واجب میں عبدیت کہاں

حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

(جلد ا صفحہ ۳۹)

حق یہ کہ ہیں عبد اللہ اور عالم امکاں کے شاہ

برزخ ہیں یہ سر خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

(جلد ا صفحہ ۳۹)

اٹھے جو قصر دنا کے پردے، کوئی خبر دے تو کیا خبر دے

وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی، نہ کہہ کہ وہ نہ تھے ارے تھے

(جلد ا صفحہ ۹۱)

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے

باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری

حیراں ہوں میرے شاہ کیا کیا کہوں تجھے

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا

خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

(جلد ا صفحہ ۶۱ ـ ۶۲)

اول الخلق اور اول النبین ہونے کا بیان:۔

درج ذیل نعتیہ اشعار میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اول الخلق اور نبوت میں اول ہونے کو بیان کیا گیا ہے

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر

اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اسی کی طرف گئے تھے

(جلد ا صفحہ ۹۱)

ان کی نبوت ان کی ابوت ہے سب کو عام

ام البشر عروس انہی کے پسر کی ہے

(جلد ا صفحہ ۷۵)

فتح باب نبوت پہ بے حد درود

ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

(جلد ۲ صفحہ ۲۷)

پہلے سجدہ پہ روز ازل سے درود

یادگاری امت پہ لاکھوں سلام

(جلد ۲ صفحہ ۲۷)

تعظیم نبی ﷺ کا بیان:۔

تعظیم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کیلئے حسب ذیل نعتیہ اشعار ملاحظہ ہوں

موسیٰ علی نے واری تیری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے
اور حفظ جان تو جان فروض غرر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان انہیں پھیر دی نماز
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

(ج ا ص ۷۶ س)

بے مثلیت سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:-

حسب ذیل اشعار میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے مثلیت کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(ج ا ص ۴۰)

تیرا مسند ناز ہے عرش بریں تیرا محرم راز ہے روح امین
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا تیرا مثل نہیں خدا کی قسم

(ج ا ص ۳۷)

تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا تیری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم
اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ   ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں   ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

(ج ا ص ۹۳)

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے، تیرے پایہ کا نہ پایا، تجھے یک نے یک بنایا

(ج ۲ ص ۳۹)

نورانیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:-

دیگر اشعار کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کے بیان میں پورا قصیدہ ہے جس کے حسب ذیل بعض اشعار بالخصوص قابل ذکر ہیں۔

انبیاء اجزاء ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا
اس علاقے سے ہے ان پر نام سچا نور کا
یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

(ج ۲ ص ۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خداداد اختیارات کا بیان:۔

حسب ذیل نعتیہ اشعار میں ملاحظہ کیجئے

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم

خدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(ج ا ص ۲۲)

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے

سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

(ج ا ص ۸۴)

حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں

مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

(ج ا ص ۷۴)

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند ہوا اشارے سے چاک

اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

(ج ا ص ۴۴)

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا

دریا بہا دیئے ہیں در بے بہا دیئے ہیں

(ج ا ص ۳۲)

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں

دو جہاں کی نعمتیں ہیں انکے خالی ہاتھ میں

(ج ا ص ۳۷)

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

(ج ا ص ۳)

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا

نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

(ج ا ص ۳)

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا

ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا تجھے حمد ہے خدایا

(ج ۲ ص ۴۹)

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطاء کا ساتھ ہو

جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

(ج ا ص ۴۷)

مشکلیں حل کر شہ مشکل کشا کے واسطے

کربلائیں رد شہید کربلا کے واسطے

(ج ا ص ۵۳)

خداداد علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان:۔

دیکھئے ان نعتیہ اشعار میں

سر عرش پر ہے تیری گزر دل فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

(ج ۱ ص ۳۹)

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پر کروڑوں درود

(ج ۲ ص ۱۱)

خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے
دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

(ج ۱ ص ۲۶)

حضور اکرم ﷺ کے واسطۂ وسیلۂ کل ہونے کا بیان:۔

مندرجہ ذیل نعتیہ اشعار میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ و وسیلہ کل ہونے کا بیان ہے جو اہل سنت کے بنیادی عقائد میں سے ہے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہاں کی جان ہے تو جہاں ہے

(ج ۱ ص ۶۲)

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

(ج ۱ ص ۷۲)

بے ان کے واسطے خدا کچھ عطا کرے
حاشا حاشا غلط یہ ہوس بے بصری ہے

(ج ۱ ص ۷۵)

مصطفیٰ نور جناب امر کن — آفتاب برج علم من لدن
معدن اسرار علام الغیوب — برزخ بحرین امکان و وجوب

(ج ۲ ص ۷۳)

سب کی فریادیں سننے کا بیان:۔

درج ذیل نعتیہ اشعار میں اس امر کا بیان ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کی فریادیں سنتے اور دستگیری فرماتے ہیں

فریاد امتی جو کرے حال زار میں — ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو

(ج ۱ ص ۷۴)

واللہ وہ سن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے
اتنا بھی تو ہو کوئی جو آہ کرے دل سے

(ج ۱ ص ۵۱)

عشق و محبت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت کا بیان:۔

حسب ذیل نعتیہ اشعار میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس

سے عشق ومحبت کی اہمیت کا بیان ہے

جان ہے عشق مصطفی روز فزوں کرے خدا

جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

(ج ا ص ۳۲)

کروں تیرے نام پہ جان فدا نہ بس ایک جان دو جہاں فدا

دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

(ج ا ص ۳۹)

اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چھٹے سستے

جو آگ بجھادے گی وہ آگ لگائی ہے

(ج ا ص ۶۸)

لحد میں عشق رخ شاہ کا داغ لے کر چلے

اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کر چلے

(ج ۲ ص ۵۱)

ذاتی عطائی کی تقسیم کا بیان:۔

اہل سنت کے عقائد میں سے ہے کہ کمالات دو قسم کے ہیں ذاتی اور عطائی اول اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے دوم مخلوق کی صفت ہے حسب ذیل نعتیہ اشعار میں اسی کا بیان ہے۔

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو

جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

(ج ا ص ۴۷)

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا

ساتھ ہی منشیِ رحمت کا قلمدان گیا

(ج ا ص ۱۸)

میرے گرچہ گناہ ہیں حد سے سوا مگر ان سے امید ہے تجھ سے رجاء

تو رحیم ہے ان کا کرم ہے گواہ وہ کریم ہیں تیری عطاء کی قسم

(ج ا ص ۲۷)

بندہ قادر کا بھی ہے قادر بھی ہے عبد القادر

سر باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبد القادر

(ج ا ص ۲۳)

ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی ہے مختار بھی ہے

کار عالم کا مدبر بھی ہے عبد القادر

(ج ا ص ۱۷)

انا اعطینا ک الکوثر، ساری کثرت پاتے یہ ہیں

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم، رزق ہے اسکا کھلاتے یہ ہیں

مسئلہ شفاعت:۔

حسب ذیل اشعار میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شفیع المذنبین

ہونے کا بیان ہے

آپ درگاہ خدا میں ہیں وجیہ   ہاں شفاعت بالوجاہت کیجئے

حق تمہیں فرما چکا اپنا حبیب   اب شفاعت بالمحبت کیجئے

اذن کب کا مل چکا اب تو حضور   ہم غریبوں کی شفاعت کیجئے

(ج۱ص۷۰)

عظمت مدینہ طیبہ:۔

حسب ذیل نعتیہ اشعار میں مختلف طریقوں سے مدینہ طیبہ کی عظمت کا بیان ہے

اس میں زمزم ہے کہ تھم تھم اس میں جم جم ہے کہ بیش

کثرت کوثر میں زمزم کی طرح کم کم ہیں

(ج۱ص۳۷)

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو   کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

(ج۱ص۳۶)

کعبہ سے اگر تربت شہ فاصل ہے

کیوں بائیں طرف اس کیلئے منزل ہے

اس فکر میں جو دل کی طرف دھیان کیا

سمجھا کہ وہ جسم ہے یہ مرقد دل ہے

(ج۱ص۶۸)

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:۔

درج ذیل نعتیہ اشعار میں حیات انبیاء کرام علیہم السلام بالخصوص آپ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی حیات بعد الوفات کا بیان ہے

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے   مگر ایسی کی فقط آنی ہے

پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات   مثل سابق وہی جسمانی ہے

روح تو سب کی ہے زندہ ان کا   جسم پر نور بھی روحانی ہے

انکی ازواج کو جائز ہے نکاح   اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے

یہ ہیں حی ابدی انکو رضا   صدق وعدہ کی قضا مانی ہے

(ج۲ص۵۶)

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے

میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ

مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

(ج۱ص۵۶)

عظمت صحابہ واھل بیت رضی اللہ عنھم:۔

درج ذیل نعتیہ اشعار میں صحابہ واہل بیت کرام علیہم الرضوان کی عظمت کا بیان ہے۔

ترے چاروں ہمدم ہیں یکجاں یکدل

ابوبکر، فاروق، عثمان، علیؓ ہے

(ج۱ص۲۶)

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی

زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

(ص ٦٧)

معدوم نہ تھا سایہ شاہ ثقلین کا
اس نور کی جلوہ گہ تھی ذات حسنین
تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کئے
آدھے سے حسن بنے ہیں آدھے سے حسین

اہل سنت کا بیڑا پار، اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ عترت رسول اللہ کی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(ج ۱ ص ۵۴)

تصوف کا بیان:۔

مندرجہ ذیل نعتیہ اشعار کے مضمون میں تصوف کا بیان ہے۔

دن لہو میں کھونا تجھے شب صبح تک سونا تجھے
شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

(ج ۱ ص ۳۹)

نقصان نہ دیگا تجھے عصیاں میرا
غفران میں کچھ خرچ نہ ہوگا تیرا
جس سے تجھے نقصان نہیں کردے معاف
جس میں تیرا کچھ خرچ نہیں دے مولا

(ج ۲ ص ۸۵)

اقول:۔ معلوم ہوا نعتیہ اشعار میں عقائد ومعمولات اہل سنت کی ایک

ایک کر کے اصلاح ملتی ہے لہٰذا اس سائل معترض مجہول کا نعتیہ اشعار کے ان سے خالی ہونے کا تاثر دینا اسکی جہالت نہیں تو تعصب ہے تعصب نہیں تو جہالت ہے۔

ہم نے محض بطور نمونہ قدر ضرورت پر اکتفاء کیا ہے اور وہ بھی صرف امام اہل سنت کے کلام سے جو لا عطر بعد العروس کا مصداق ہے۔ دلچسپی رکھنے والے حضرات دیگر عقائد ومعمولات کے بیان کے اشعار کو جمع کر سکتے ہیں نیز دیگر ائمہ وعلماء اہل سنت کے نعتیہ کلاموں سے بھی اسکا انتخاب فرما سکتے ہیں۔

نیز اس طرز پر کلام اعلی حضرت علیہ الرحمۃ کو پڑھنے کیلئے حدائق بخشش مرتبہ بترتیب فقیر راقم الحروف کا بھی مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

سوال کا بقیہ حصہ:۔

سائل موصوف نے آگے لکھا ہے

"لاکھوں روپیہ دین کی خدمت سمجھ کر پروفیشنل نعت خوانوں کو تھمانا مسلک اہل سنت کی حق تلفی ہے"

اقول: یعنی سارا دکھ پیسے کا ہے؟

آگے فرماتے ہیں:

"اپنی حلال کی کمائی اگر اہل سنت کے مدارس میں دی ہوتی؟ تو آج مدارس کا معیار تعلیم بھی سکولوں سے بہت بلند ہوتا! آپ کے بچے دینی ودنیاوی دونوں علوم کے ماہر ہوتے علماء کرام بلند معیار زندگی گزارنے کے ساتھ ساتھ اپنے بچوں کو بھی دین ہی کی تعلیم دلواتے معاشرے میں بے راہروی کی شرح انتہائی کم ہوتی تعلیمی اداروں میں بدمذہب دہشتگردوں کو تیار نہ کرتے باعمل باکردار اور خوشحال علماء کے

سینکڑوں تازہ دم لشکر تیار ہو چکے ہوتے کیا آپ جانتے ہیں آپ اپنا پیسہ پروفیشنل نعت خوانوں پر لٹا کر آئندہ نسلوں پر علوم دینیہ کے دروازے اپنے ہاتھوں سے بند کر رہے ہیں؟"

اقول:۔ یہ طرز سوال بھی وہابیانہ ہے جو میلاد شریف پر کئے گئے جائز خرچہ کے متعلق زبان کھولتے ہوئے یہ پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں کہ کیا فائدہ ہے اتنا خرچہ کرنے کا یہ رقم کسی بیوہ یا یتیم کو دیدیتے تو انکا بھلا ہو جاتا حالانکہ اس سے مراد بھی وہ خود ہی بین الاقوامی یتیم و مسکین ہیں یعنی میلاد شریف پر خرچ کرنے کی بجائے انہی کی رسیدیں حاصل کرو۔

معذرت کے ساتھ یہی ماجرا پیش نظر جناب سائل مجہول موصوف کا ہے کہ وہ بھی اس میں یہی رونا رو رہا ہے کہ نعت خوانوں کے بجائے ان مابدولتوں کو کیوں نہیں دیتے اور انہیں کیوں محروم رکھا جاتا ہے؟ یہ بھی عین ممکن ہے ہمارے عجیب فاضل کے فتویٰ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی متسنن (باطنی وہابی) ہی کی یہ کارگزاری ہو (کما قدمر)

یہ سوال عقل ودانش سے دور بھی ہے کیونکہ اس سے مترشح ہو رہا ہے کہ جتنا پیسہ تھا اہل ثروت نے وہ سب کا سب نعت خوانوں کے حوالے کر دیا ہے اور وہ خود بالکل کنگال اور ڈ فالٹر ہو گئے ہیں ایسے کہ دوسری مدات میں خرچ کرنے کیلئے ان کے پاس کچھ رہا ہی نہیں ہے جس کے نتیجہ میں یہ سائلین باصفا بھوکے مر رہے ہیں اور عاجز واپاہج بھی ہو گئے ہیں گویا انکے ان مسائل کے حل کا انحصار انہی اصحاب دست سخا کے انہی کرم نوازیوں پر تھا جن پر نعت خواں حضرات قابض ہو گئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

اگر یہ سوال درست ہے تو قابل غور امر یہ ہے کہ سائل کے بقول ان وسائل پر نعت خواں کے قابض ہونے سے قبل ان لائق رحم حضرات کو سوال میں مذکور تمام ترقیاں حاصل تھیں اور انہوں نے تمام اہداف پالئے ہوئے تھے جو نعت خوانوں کی نعتیں ان سے اچک لے گئیں اس طرح سے کہ انکا مستقبل بھی جس سے شدید خطرات کا شکار ہو گیا ہے؟

آگے لکھتے ہیں:۔ "پروفیشنل نعت خوانوں کی حوصلہ شکنی کریں مخلص نعت خوانوں کی حوصلہ افزائی کریں۔

اقول:۔ عجیب تضاد ہے کہ پہلے حصہ میں جس امر کی ممانعت فرمائی گئی ہے دوسرے میں اسی کی اباحت کا ذکر ہے کیونکہ "حوصلہ شکنی کریں" کا یہاں مطلب یہ ہے کہ انہیں ایک ٹکا اور دمڑی بھی مت دو جبکہ حوصلہ افزائی کریں کا معنی ہے ان کا خوب خیال رکھو لہٰذا دینا جائز تھا تو اسے ناجائز کہہ کر اور اگر نا جائز تھا تو اسے جائز کہہ کر خود ہی مجرم ہو گئے اس طرح سے ماشاء اللہ "نجیب الطرفین" قرار پائے۔ اگر یہ مطلب ہو کہ مخلص سے مراد وہ خود یا انکے اراکین ہیں جو نعت خوانی کرنے پر نوازے جانے کے مستحق ہیں؟ تو اس سے یہ امر ایک بار پھر واضح ہو رہا ہے کہ یہ سب پیسے کی جنگ ہے کہ نعت خوانوں کو کیوں مل گیا اور انہیں کیوں نہ ملا (وھو المقصود)

آخر میں کہتے ہیں:" نعت وہی ہے جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے پڑھی جائے نوٹوں کیلئے نہیں"

اقول:۔ حافظہ شاید کمزور ہے ابھی لکھ آئے ہیں کہ "مخلص نعت خوانوں کی

حوصلہ افزائی کریں"

جو دو باتوں کا اقرار ہے ایک تو یہ کہ سب نعت خواں ایک جیسے نہیں۔
دوسری یہ کہ کچھ صورتیں نعت خواں کی مالی خدمت کرنے کے جواز کی بھی ہیں جس سے سائل مذکور نے اپنی پوری محنت کو بقلم خود خود ہی بے کار کر کے رکھ دیا ہے سبحان اللہ مباحث ہوں تو ایسے ہوں جو خود ہی دعوے کر کے خود ہی انکار و ابطال اور تغلیط وتحمیق کرتے جائیں جو شان نبوت کے منافی قدم اٹھانے والوں میں قدر مشترک ہے ولنعم ماقیل

آپ اپنے دام میں خود صیاد آ گیا

نیز اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

فقط والحمد للہ رب الغلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین سیدنا و مولانا محمد و الہ و صحبہ اجمعین

کتبہ الفقیر عبدالمجید سعیدی غفرلہ

صدر شعبہ تدریس و افتاء

جامعہ غوث اعظم رحیم یار خان

(پنجاب۔ پاکستان)

(رجب المرجب ۱۴۳۷ھ بمطابق اپریل 2016ئ)